سیرت النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

ناشر
ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، مصری گنج حیدرآباد، الہند
Ph.No:04024469996(6:30 to 10:30 pm)
Website: www.ziaislamic.com
Email:zia.islamic@yahoo.co.in

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
سیرت پاک کی تعریف	6
ولادت باسعادت سے پہلے کے حالات	7
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کا بیان	8
اصحاب فیل کا واقعہ	8
وقت ولادت عجائب کا ظہور	11
مقدس رضاعی مائیں	16
سینہ اقدس کا چاک کیا جانا	17
سراپا رحمت وبرکت	19
نسب مبارک حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	20
سفر شام اور بحیرا راہب	25
ازواج مطہرات رضی اللہ عنھنّ	28
اولاد امجاد	33
خانۂ کعبہ کی تعمیر	36
آغاز وحی	38
سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرات	39
اعلانیہ تبلیغ	39
مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ	40
۵ نبوی ہجرت حبشہ	43
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایمان، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا اسلام 6 نبوی	45
شعب ابی طالب 7 نبوی، طائف کا سفر، معجزہ شق القمر 10 نبوی	47
نور اسلام مدینہ منورہ میں، بیعت عقبہ اولیٰ ۱۲ نبوی	51
معجزۂ معراج شریف 12 نبوی	52
بیعت عقبہ ثانیہ 13 نبوی	56
ابتدائے ہجرت مدینہ	56
واقعہ ہجرت	58
قباء شریف میں قیام اور مسجد شریف کی تعمیر	62
دس سالہ مدنی زندگی کی اہم جھلکیاں، ہجرت کا پہلا سال	63

مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری	66
مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر	69
ہجرت کا دوسرا سال	73
انسانی مساوات کا بہترین نمونہ	73
روزہ کی فرضیت کا حکم، زکوٰۃ کی فرضیت	76
ہجرت کا تیسرا سال	80
ہجرت کا چوتھا سال	84
ہجرت کا پانچواں سال	85
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت	86
ہجرت کا چھٹا سال	90
صلح حدیبیہ	93
ہجرت کا ساتواں سال	98
ہجرت کا آٹھواں سال	100
فتح مکہ 8ھ	100
ہجرت کا نواں سال	107
ہجرت کا دسواں سال	109
خطبہ حجۃ الوداع	113
وصال مبارک سے پہلے کی کیفیات	125
صلاۃ وسلام	138
شمائل مبارک	138

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جب کبھی گمراہی وضلالت عام ہوجاتی ہے، جہالت وظلمت کا دور دورہ ہوتا ہے، کمزوروں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جاتے ہیں اور لوگ کفر وشرک کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں تو انہیں راہ حق پر گامزن کرنے کے لئے اور عدل وانصاف کے پھولوں کی خوشبو سے عالم کو مہکانے کے لیے ہر دور میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجتا رہا وہ مبارک ہستیاں پیغام حق کو بندگانِ خدا تک پہنچاتی رہیں یہاں تک کہ اخیر میں ہمارے آقا ومولا سید الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کی خلعت عطا کر کے ختم نبوت کا تاج پہنا کر ساری کائنات کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول آنے والے نہیں۔ آپ نے چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلان نبوت فرمایا جبکہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے جیسا کہ ترمذی شریف ج 2 ص 202 میں حدیث پاک موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اعلان نبوت کے ساتھ ہی خوش نصیب وسعادت مند لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوکر صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے اور جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت وصداقت، دیانت وشرافت، بزرگی وکرامت، جملہ محاسن وکمالات اور فضائل ومکارم اخلاق کی اعلیٰ قدروں کا اعتراف کیئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو تمام فضائل وکمالات کا جامع اور عیوب ونقائص سے پاک پیدا فرمایا۔ اسی لیے آپ کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا اور اس کو اپنے نام مبارک کے ساتھ کلمہ طیبہ میں شامل کر دیا۔ آپ کی حیات طیبہ وسیرت مبارکہ کا ایک ایک پہلو عظمت توحید وحقانیت اسلام کی شہادت دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ

وسیرت طیبہ کی قسم یاد فرمائی "لعمرک" اے حبیب آپ کی مبارک زندگی کی قسم۔(سورۃ الحجر۔۷۲) اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کو بطور دلیل بیان فرمایا: فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون (سورۂ یونس آیت:۱۶) بیشک میں اس اعلان حق سے پہلے تم میں اپنی عمر کا ایک حصہ گذار چکا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

☆ **سیرت پاک کی تعریف:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت مبارکہ اور ولادت باسعادت سے وصال اقدس تک کے تمام گوشوں اور آپکی ذات مقدس وصفات عالیہ، عبادات ومعاملات، فضائل ومعجزات، احوال وارشادات وغیرہ کا جامع بیان سیرت کہلاتا ہے۔

سیرت پاک کی اہمیت وضرورت: اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ، اسوۂ حسنہ اور بے مثال کردار سے واقف ہونا ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی اداؤں کو شریعت بنادیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ چیزوں کو حلال فرماتے اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالی آپ کی ذات والا صفات کو ساری انسانیت کے لئے کامل نمونہ اور رہبری وہدایت کا ذریعہ بنایا اور زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ کی سیرت طیبہ کو مشعل راہ قرار دیا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا :من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (سورۃ النساء۔۸۰) جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی حقیقت میں اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ : بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے(سورۃ الاحزاب۔۲۱) آپ کی اطاعت واتباع کرنے والے ابدی سعادتوں کے مستحق اور رب العالمین کی بارگاہ میں محبوب ہیں۔

☆ **ولادت باسعادت سے پہلے کے حالات:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے ہر طرف کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ تاریکی وظلمت کی چادر پھیلی ہوئی تھی جہالت ہر طرف عام ہو چکی تھی، ظلم وزیادتی اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی، قتل وغارت گری اپنے عروج پر تھی، فساد وخونریزی کا بازار گرم تھا، جہالت کی حد یہ تھی کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا اور اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔

معاشرہ میں سودخوری وجوابازی، عیاشی وشراب نوشی فحاشی اور حرام کاری کا دور دورہ تھا، اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کی پرستش کی جاتی، بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ کعبۃ اللہ شریف کا برہنہ طواف کیا جاتا، ذرا سی بات پر لوگ جنگ وجدال پر اتر آتے اور صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا، غرض ساری مذموم ورذیل عادتیں اپنائی جاتیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر وشرک کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان واسلام کے نور سے روشن کرنے کے لئے، ذلت ورسوائی کے دلدل سے نکال کر عزت واکرام کی بلندیوں پر پہنچانے کے لئے، جہالت کی تاریکیوں کو مٹا کر نور عرفان سے مالا مال کرنے کے لئے اور سارے عالم کو منور کرنے کے لئے نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو شان رسالت کے ساتھ ساری مخلوق کے لئے ہادی ورہبر بنا کر سرزمین حجاز میں جلوہ گر فرمایا۔

آپ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے اخیر میں تشریف لائے جب کہ آپ کے نور مبارک کی تخلیق ساری کائنات سے پہلے ہو چکی تھی جیسا کہ ارشاد پاک ہے "اوّل ماخلق اللّٰہ نوری"، سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی وہ میرا نور ہے۔ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس حدیث شریف کو حدیث صحیح قرار دیا ہے چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ اول ماخلق اللّٰہ نوری (مدارج النبوہ۔ جلد۲۔ ص۲)

☆**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کا بیان:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں چاہتا تھا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت نہ دوزخ، آسمان نہ زمین، چاند نہ سورج اور جن نہ انس۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ص ۸۹، سیرت حلبیہ ج ۱۔ص ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ اس نور مبارک پر طرح طرح کی سرفرازیاں فرماتا رہا، جب وہ نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رہا تو آپ کو مسجود ملائکہ بنادیا، اس طرح یہ نور حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام میں جلوہ گر ہو کر سب کو مشرف فرماتا ہوا پاک پشتوں اور پاکیزہ ارحام کے ذریعہ بنو ہاشم سے ہو کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی روشن جبین پر چمکا۔

عرب جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے نور مبارک کی برکت سے باران رحمت کا نزول ہوتا اور قحط دور ہو جاتا تھا۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ص ۱۵۵)

☆ <u>اصحاب فیل کا واقعہ:</u> حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے پہلے ابرہہ نامی یمن کا بادشاہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کی فوج لے کر خانہ کعبہ ڈھانے کے ناپاک ارادے سے مکہ شریف آیا۔ سارے مکہ والوں کے اونٹ چھین لیا جب حضرت عبدالمطلب کو یہ خبر پہنچی تو آپ ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ابرہہ ایک بلند قامت، رعب دار اور نورانی چہرہ چمکتی پیشانی والی باعظمت شخصیت کو دیکھ کر تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، اور حال دریافت کیا تو آپ نے بتایا'' تیرے لوگ جو ہمارے اونٹ اور بکریاں لے آئے ہیں وہ ہمیں واپس کر دے۔'' بادشاہ نے کہا آپ سردار قریش ہیں میں نے سمجھا شاید کعبہ کے بارے میں کچھ دریافت کرنے آئے ہوں آپ نے فرمایا میں اونٹ، بکریوں کا مالک ہوں اپنی ملکیت لینے آیا ہوں اور کعبہ جس کا گھر ہے وہی اس کی حفاظت فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو ابرہہ کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا حضور اکرم نور مجسم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کی تجلی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں دیکھ کر سجدہ میں گر گیا۔ حالانکہ وہ ہاتھی کسی کو سجدہ نہیں کرتا تھا، اس کے بعد وہ ہاتھی فصیح زبان میں گویا ہوا: ائے عبدالمطلب! اس نور پر میرا اسلام ہو جس کی تجلی آپ کی پشت مبارک میں ہے (مواہب لدنیہ ج ا ص ۱۶۲)۔ آپ اپنے اونٹ لیکر واپس لوٹ گئے اور مکہ والوں سے فرمایا کہ تم بھی اپنے جانور لے کر مکہ کے باہر چلے جاؤ۔ پھر اپنے خاندان کے چند افراد کو لئے ہوئے خانہ کعبہ میں جا کر گریہ و زاری کے ساتھ دعا کی اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر عجائب قدرت کا منظر دیکھنے لگے۔ اُس وقت آپ کی جبین انور سے ایسا نور مبارک چمکا کہ جس کی شعاعوں سے خانۂ کعبہ جگمگانے لگا۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا لوگو! مطمئن ہو جاؤ اب مدد آ ہی جائے گی اور تمہاری حفاظت کا انتظام ہو چکا ہے۔ (مواہب لدنیہ ج ص ۱۶۰)

ادھر ابرہہ لشکر جرار لیکر خانہ کعبہ کی طرف ناپاک ارادے سے آ رہا تھا کہ اچانک اس کا ہاتھی محمود بیٹھ گیا لاکھ کوشش کے باوجود اٹھ نہ سکا۔ اچانک عذاب الٰہی ابابیل (پرندوں) کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جو اپنی چونچ اور پنجوں میں تین تین کنکریاں رکھتی تھیں ہر ایک سوار کے سر پر ایک کنکری ڈالتیں تو وہ سر سے جسم کے آخری حصہ تک سوراخ ڈالتی ہوئی جسم کے باہر نکل جاتی جس کے نتیجہ میں کوئی ایک شخص بھی زندہ بچ نہ سکا۔

(مواہب لدنیہ، ج۱ص ۱۶۴، سبل الھدی والرشاد، ج۱ص ۲۱۵)

پھر وہ نور مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں منتقل ہوا جو کوئی یہودی مکہ معظّمہ میں آتا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ میں نور مبارک دیکھ کر کہہ اٹھتا لوگو! یہ نور عبداللہ کا نہیں، محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ جب وہ کسی سوکھے درخت کے نیچے بیٹھتے تو درخت ہرا بھرا ہو کر ان پر ڈالیاں جھکا دیتا جب سوکھی زمین پر ٹہرتے تو زمین پر گھانس اُگ آتی۔

چوبیس (24) سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنھا سے ہوا، ماہ رجب شب جمعہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنھا نور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت دار ہوئیں (مواہب لدنیہ۔ج ا۔ص ۱۹۶) آسمان وزمین میں ایک منادی نے ندا دی سنو بیشک وہ نور مکنون ومخزون جس سے نبی ہادی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں آج اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں متمکن ہو چکا، حمل شریف میں مدت مکمل کرنے کے بعد بشیر ونذیر کی شان سے خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہونے والے ہیں (مواھب لدنیہ ج اص ۱۹۷)۔اس رات قریش کے سارے جانور بول اُٹھے: رب کعبہ کی قسم! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں تشریف لائے۔(المواھب اللدنیہ ج اص ۲۰۲/۲۰۳)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں رہنے کے زمانے میں آپ کی والدہ ماجدہ جب راستہ چلتیں تو جو پتھر ان کے مبارک قدموں کے نیچے آتا وہ موم کی طرح نرم ہو جاتا اور جب آپ کنویں پر پانی لینے جاتیں تو پانی سینچنے کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ خود پانی اپنی سطح سے بلند ہو کر بہنے لگتا۔

حمل شریف کے دو مہینہ بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تجارت کے لئے روانہ ہوئے اور واپسی کے وقت مدینہ منورہ میں ایک ماہ کی علالت کے بعد قبیلہ بنو عدی بن نجار میں وفات پائی اور وہیں دار نابغہ میں آپ کی تدفین مبارک عمل میں آئی، بوقت وصال آپ کی عمر شریف پچیس برس تھی۔(سبل الھدی والرشاد۔ج ا۔ص ۳۳۱)

☆**وقت ولادت عجائب کا ظہور:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت کئی عجائب ظاہر ہوئے، ان میں سے چند یہ ہیں:

1) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ ملک شام کے محلات نظر آنے لگے۔ (مسند امام احمد۔ ج ۵۔ ص ۱۱۲، حدیث نمبر۔ ۱۶۸۳۶)

2) خانۂ کعبہ میں رکھے ہوئے بت اوندھے گر گئے۔

3) شاہِ ایران کسریٰ کے محلات لرز گئے اور ان کے کنگورے گر پڑے۔

4) بحیرہ نامی ندی کا پانی سوکھ گیا۔

5) ہزار برس کا آتشکدہ فارس بجھ گیا، جو اس سے پہلے کبھی نہ بجھا تھا۔

6) حضرت حواء علیہا السلام، حضرت آسیہ علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام مع حوران بہشت حاضر ہوئیں۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ ص ۲۱۰)

7) فرشتوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا۔ (خصائص کبریٰ۔ ج ۱ ص ۴۸)

8) ولادت باسعادت کے ساتھ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا، شہادت کی انگلی آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ (سیرت حلبیہ۔ ج ۱۔ ص ۵۴)

9) ندا آئی کہ انہیں مشرق و مغرب اور سمندروں کی سیر کراؤ تا کہ تمام مخلوق، فرشتے، مچھلیاں وغیرہ آپ کے نام نامی اور صفات عالیہ کی معرفت کے ساتھ آپ کے رخ انور کا دیدار کرلیں۔ (خصائص کبریٰ۔ ج ۱۔ ص ۴۸، مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ ص ۲۱۲)

دوشنبہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی دن آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا اسی دن ہجرت فرمائی اور اسی دن آپ کا وصال مبارک ہوا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کئے ہوئے اور ناف بریدہ تشریف لائے۔" (سیرت حلبیہ۔ ج ۱۔ ص ۵۳)

ولادت شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم: اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن (55) دن بعد مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء صبح صادق کے وقت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع ہوا جس کی کرنیں افق عالم کو ہمیشہ کے لئے روشن کردیں اور ساری دنیا میں خوشی کا سماں چھا گیا۔

جنگل کے جانور آپس میں آپکی آمد کی خوشخبریاں سنانے لگے، مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کو مبارک باد دینے لگے، سمندر اور دریاؤں کے جانور ایک دوسرے کو خوشخبری سنانے لگے اور خانۂ کعبہ مسلسل تین دن تک مارے خوشی کے جھومتا رہا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی نگاہوں نے جسکا مشاہدہ کیا۔ غرض کہ اس روز عالم میں ایک خاص قسم کی روشنی تھی اور ہر طرف خوشی کی لہر موجزن تھی اس روز ملائکہ کو حکم ہوا کہ تمام آسمان اور تمام جنتوں کے دروازے کھول دیں اور زمین پر حاضر ہوجائیں، سارے شیاطین قید کر دئے گئے تمام بت اوندھے گر گئے آتش کدۂ فارس بجھ گیا، ایوان کسریٰ کو زلزلہ آگیا، دریائے ساوہ اچانک خشک ہوگیا۔ (خصائص کبریٰ۔ ج ۱۔ ص ۴۷) یہ سب انتظام کس لئے ہورہا ہے کیونکہ یہ اس شاہ کی آمد ہے کہ جس کی آمد کا ہر کوئی منتظر تھا، انبیاء کرام جن کے آنے کی خوشخبریاں دیتے رہے، یہ وہی ہیں جن کی دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی، یہ وہی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، یہ وہی ہیں جن کی امت میں ہونے کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آرزو تھی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں تین جھنڈے نصب کئے گئے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور ایک خانہ کعبہ پر۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ ص ۲۱۱)

ولادت کے ساتھ ہی آپ سجدہ ریز ہوگئے: حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ سجدہ کرتے ہوئے پیدا ہوئے۔ ولادت کے وقت آپ بزبان فصیح ''لا الہ الا اللّٰہ إنی رسول اللّٰہ'' فرمارہے تھے۔

قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کیا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا: و اوصانی بالصلوٰۃ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کی وصیت کی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام جو کہ روح اللہ ہیں نماز کی وصیت کا ذکر کرتے ہوئے آئے ہیں اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم ہیں جو عملی طور پر رکن نماز سجدہ ادا کرتے ہوئے جلوہ گر ہوئے۔(سبل الھدی والرشاد۔ج ۱۔ص ۳۴۳)

<u>حضور صلی اللہ علیہ وسلم طیب وطاہر پیدا ہوئے:</u> تمام کائنات کو کفر و شرک کی نجاست، گمراہی و بے دینی کی نحوست سے پاک وصاف کر کے ایمان واسلام کے انوار سے منور کرنے کے لیے نبی مطہر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ کی حالت شریفہ کے بارے میں خود آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: جب سرکار تشریف لائے تو اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے جسم مبارک پر کوئی آلائش و نامناسب چیز نہ تھی۔(مواہب لدنیہ۔ج ۱۔ص ۲۲۰) جسم اقدس سے خوشبو مہک رہی تھی اور آپ سرمہ لگائے ہوئے مختون پیدا ہوئے۔(سیرت حلبیہ۔ج ۱۔ص ۵۳)

<u>حضور کی پیدائش اوروں کی پیدائش کی طرح نہ تھی:</u> دنیا میں بچے پیدا ہوتے ہیں تو روتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ساری کائنات کو مسرت وشادمانی سے نوازتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، آپ کا سجدہ کرنا کیا تھا کہ ساری زمین کو اللہ تعالیٰ نے سجدہ گاہ بنا دیا۔ پچھلی قوموں کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر عبادت کرنا ہو تو مخصوص مقام پر ہی عبادت کریں وہ لوگ اس کے علاوہ دوسری جگہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو ساری زمین پر پانی بھر گیا اور تمام زمین کو غسل دیا گیا پھر بھی زمین پاک نہیں ہوئی لیکن سرکار کا قدم مبارک پڑھنا کیا تھا کہ ساری زمین پاک ہی نہیں بلکہ پاک کرنے والی بن گئی۔ اس طرح پچھلی قوموں کے لیے تیمّم نہیں تھا لیکن سرکار کے قدموں کی برکت سے زمین ایسی پاک ہوگئی کہ آپ کا امتی اگر کسی وقت پانی میسر نہ ہو تو مٹی پر تیمّم کر سکتا ہے۔

<u>ولادت کے لیے ماہ ''ربیع'' کے انتخاب کی وجہ:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مہینہ ربیع الاول ہے، آپ کی ولادتِ مبارکہ ماہ ربیع میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ''ربیع'' کے معنی بہار کے ہیں، جب موسم بہار آتا ہے تو مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، درخت جو سوکھ چکے تھے وہ پھر ہرے بھرے اور تروتازہ

ہوجاتے ہیں۔ باغ و چمن کو اپنی کھوئی ہوئی رونق پھر سے حاصل ہوجاتی ہے، خشک زمین میں پھر سے ہریالی اُگ آتی ہے۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ ماہِ ربیع (موسم بہار) میں ماہِ نبوت، شمس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر یہ اشارہ فرما رہا ہے اے لوگو! یہ جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم میں تشریف لا رہے ہیں وہ مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے ہیں جو لوگ ظلم و ستم کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں انہیں رہائی دلانے والے ہیں، لوگوں کے دلوں کو محبت سے مزین کر کے حلاوتِ ایمان مرحمت فرمانے والے ہیں اور غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو یادِ خدا سے معمور کرنے والے ہیں، اب تک اداسی و غم کا عالم تھا اب غمخوارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں' آج تک شیاطین آسمانوں پر چڑھتے اور آسمان سے باتیں سن کر زمین پر کاہنوں کو پہنچاتے تھے اور وہ لوگوں کو بتایا کرتے تھے، لیکن جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک ہوئی تو آسمانوں پر شہابِ ثاقب کا پہرہ لگ گیا اب کوئی اوپر نہیں جا سکتا۔

<u>**سرکار کی ولادت پر خوشی منانا فطری تقاضہ:**</u> انسان کی طبیعت و فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُس کو کوئی تکلیف یا غم لاحق ہوتا ہے یا کسی کی تکلیف کو سنتا ہے تو اس کے چہرے پر خود بخود غم کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں، اسی طرح جب کوئی حسین منظر دیکھتا ہے یا کوئی نعمت اس کو حاصل ہوتی ہے تو فطرتاً اس کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوجاتے ہیں۔

ہر ایک کے سامنے اس کا چرچہ کرنے لگتا ہے، اس پر نہ کسی کا دباؤ ہوتا ہے نہ اس کو کوئی برا سمجھتا ہے، غور کرنا چاہیے کہ جب دنیا کی چھوٹی سی نعمت کے حصول پر اتنا اظہارِ مسرت جبکہ دنیا بھی فانی اس کی نعمتیں بھی فانی اس کے لیے طبعیتاً اتنی خوشی ہے تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت تو نعمتِ عظمیٰ اور نعمت کبریٰ ہے کہ تمام نعمتیں خواہ دنیوی ہوں یا اخروی اُنہیں کے صدقے میں ملتی ہیں اس پر کتنی خوشی و اظہار مسرت کرنا چاہیے۔

<u>**زمین پر آپ کا مبارک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے:**</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا اور اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ حضرت عبدالمطلب

رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے آباء واجداد کے نام چھوڑ کر ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھا ؟ آپ نے فرمایا میں یہ اس لئے کیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں آپ کی تعریف فرمائے گا اور زمین پر لوگ ان کی مدحت کریں گے۔(سبل الھدی والرشاد۔ج ۱۔ص ۳۶۰رص ۴۱۱) آپ کا نام مبارک زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو آسمانوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک میں جملہ (4) حروف ہیں اور خدائے تعالیٰ کے اسم پاک اللہ میں بھی (4) حروف ہیں، (سبل الھدی والرشاد۔ج ا۔ص ۴۰۸) لفظ اللہ پر نقطے نہیں ہیں تو نام محمد بھی بے نقط ہے۔

☆ **مقدس رضاعی مائیں:** کائنات میں چند ایسی باکمال خواتین ہیں جن سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا۔(1) آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا (2) حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے بھی چند روز آپ کی خدمتِ رضاعت کا شرف حاصل کیا (3) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا (4) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔(زرقانی علی المواہب۔ج اص ۲۵۸)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا مقدر ثریا سے بھی بالا ہوگیا: عرب کے شرفاء کے پاس یہ دستور تھا کہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے شہر کے باہر کسی دیہات میں بھیج دیتے تا کہ وہاں کی صاف وستھری آب وہوا میں رہ کر بچہ تندرست ہوجائے۔نواحئ عرب سے مکہ مکرمہ کو عورتیں آتیں اور بچوں کو لے جاتیں۔حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے مقدر کا ستارہ ماہِ کامل سے زیادہ روشن ہوگیا اور ان کی قسمت کا تارہ ثریا سے بلند تر ہوگیا چنانچہ حضرتِ حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ بنوسعد کی دس عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ اس غرض سے آئیں کہ اشراف عرب کے بچوں کو لے جا کر خدمت رضاعت انجام دیں۔اس وقت ان کی زندگی فقر وفاقہ سے دوچار تھی، غربت وتنگی چھائی ہوئی تھی اور سواری میں بھی اتنی ہمت وطاقت نہ تھی کہ وہ قافلہ کے ساتھ چلے۔

پیغامِ عدل بزمانۂ شیر خواری: اللہ تعالی نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو خدمت رضاعت کے لئے شرف بخشا، چنانچہ دوسال تک خدمت رضاعت انجام دیتی رہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیدھی جانب کا دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش فرمایا جب بائیں جانب کا دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش نہیں فرمایا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بارہا کوشش کرتی رہیں لیکن آپ نے اس جانب کا دودھ نوش نہیں فرمایا تب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئی کہ آپ نے انکے دوسرے صاحبزادے عبداللہ کے لیے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے۔ (المواہب اللدنیہ مع حاشیۃ الزرقانی۔ ج ا۔ ص ۲۶۹) شیر خواری ہی کے زمانہ میں اعلان ہو رہا ہے کہ لوگو! یہ وہ ہادیٔ کائنات ہیں جو سارے لوگوں کو ان کے حقوق دلانے والے ہیں، اب تک حقوق پامال کئے جاتے تھے اب سب کو اپنے حقوق ملیں گے۔

<u>حجر اسود نے نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا:</u> پہاڑ و پتھر جمادات سے ہے وہ عادۃً اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں لیکن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا واپسی کے وقت بغرض استبراک حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے پہونچیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مبارک گود میں تھے آپ نے دیکھا وہ حجر اسود جس کو تمام لوگ بوسہ دیتے ہیں بذات خود شدتِ اشتیاق و کمالِ محبت کے ساتھ اپنی جگہ سے آکر سرکار کا بوسہ لیا اور اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ (تفسیر مظہری۔ ج ٦۔ ص ۵۱۴)

<u>سواری میں عجب جان آ گئی:</u> مکہ مکرمہ میں تین روز قیام کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہہ کر سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر رخصت ہوگئیں، جیسا ہی سرکار کی جلوہ افروزی سواری پر ہوئی اس میں عجیب جان آ گئی، قافلہ والوں نے کہا ائے حلیمہ: تمہاری سواری اتنی تیز رفتار کیسے ہوگئی کیا یہ وہی سواری ہے جو پہلے تھی؟ تو حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سواری تو وہی ہے لیکن سوار بدل گیا ہے۔ یہ ان کی برکت ہے۔ سواری خود کہنے لگی مجھ پر وہ سوار ہیں جو نبیوں کے تاجدار رسولوں کے سردار اولین و آخرین میں عظمتوں کے علمبردار اور حبیب کردگار ہیں۔ (المواہب اللدنیہ مع حاشیۃ الزرقانی ج ا ص ۱۷۲) سبحان اللہ جن کی سواری ہونے پر براق کو بھی ناز ہے، اس پر وہ سوار ہیں جن کے لیے کائنات کو سنوارا گیا۔

☆ <u>سینہ اقدس کا چاک کیا جانا:</u> یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور آپ کی عمر مبارک اس وقت چھبیس ۲۶ یا ستائیس ۲۷ ماہ تھی۔ (زرقانی علی المواھب۔ ج ا۔ص ۲۸۲/۲۸۱) ایک دن آپ انکے صاجزادے کے ساتھ تھے کہ اچانک دو شخص آئے جو سفید لباس میں ملبوس تھے انہوں نے آپ کو پہلو کے بل لٹا کر آپ کا سینہ مبارک شق کیا اور ایمان و حکمت، علم و معرفت کے خزانوں کا جو تحفہ لائے تھے اس سے بھر دیا۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ا۔ص ۲۸۰/۲۸۴)

<u>تعداد شق صدر:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر جملہ چار مرتبہ ہوا، پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تھے۔ دوسری مرتبہ دس برس کی عمر مبارک میں۔ تیسری مرتبہ اعلان نبوت سے قبل نزول وحی کے سلسلے میں جبرئیل کی آمد کے وقت۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ا ص ۲۸۸، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ص ۵۹)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اپنے ایمان لانے کا سبب بیان کرتے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں "میں نے دیکھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گہوارہ میں جدھر اشارہ فرماتے چاند ادھر جھک جاتا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ کو رونے سے بہلایا کرتا تھا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے سجدہ میں گرنے کی آواز سنا کرتا تھا۔ (خصائص کبریٰ۔ ج ا۔ص ۵۳)

آپ باہر تشریف لے جاتے تو بچے آپ کو کھیل کے لیے بلاتے تو آپ اس طرف التفات نہیں فرماتے تھے کیونکہ جو لوگ دنیا کے لہو و لعب میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس سے نکال کر خدائے وحدہ لاشریک کی اطاعت و بندگی میں لگانے کے لیے آپ تشریف لائے ہیں۔

<u>وصال حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا:</u> ابھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ (6) برس ہی تھی کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ قبیلہ بنو نجار میں قیام فرمارہے جو آپ کے دادا جان کے ننھیالی رشتہ دار ہیں۔ آپ کو والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے مزار شریف پر

لے گئیں۔اور آپ کے ساتھ سفر میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں (جو کہ آپ کے والدہ ماجدہ کی باندی ہیں) واپسی کے وقت راستہ میں ''ابواء'' نامی مقام پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا وصال کر گئیں اور وہیں پر آپ مدفون ہوئیں۔(مواہب لدنیہ۔ج ا۔ص ۳۰۸،سبل الھدی والرشاد۔ج ۲۔ص ۱۲۰)

قبل ولادت ہی والد ماجد کا وصال ہو چکا تھا۔اب والدہ ماجدہ بھی رفیق اعلیٰ سے جاملیں۔

یتیموں کے والی ضعیفوں کے ملجا حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تربیت و کفالت کی ضرورت نہیں بلکہ خود اللہ آپ کی کفالت کے لیے کافی ہے اسی نے آپ کو آغوش کرم میں رکھ کر آپ کی خصوصی شان کے ساتھ تربیت فرمائی تاہم ان حضرات کو بھی آپ کی برکات سے بہرہ مند فرمانے کے لئے شرف خدمت عطاء فرمایا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بڑے ہی اکرام واعزاز کے ساتھ لے لیا۔آپ کے جد محترم نے نہایت ہی شفقت ومحبت کے ساتھ آپ کا خصوصی خیال رکھا۔اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ سرکار کی خدمت میں مشغول رہیں۔

<u>حضرت عبدالمطلب کا وصال اور حضرت ابو طالب کو شرف خدمت:</u> ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ برس ہی ہوئی تھی کہ آپ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بھی وصال ہو گیا،اس کے بعد آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔(مواہب۔ج ا۔ص ۳۵۳۔۳۵۴،سبل الھدی والرشاد۔ج ۲۔ص ۱۳۵)

<u>☆سراپا رحمت و برکت:</u>

حضرت ابو طالب بہت ہی خوبی کے ساتھ آپ کی خدمت کرنے لگے،اپنی اولاد پر بھی آپ کو مقدم رکھتے اور ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے،جب کھانے کا وقت آتا تو ساتھ تناول کرتے اور وہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ وہ دریتیم جن کی ذاتِ مبارک کے وسیلہ سے بارانِ رحمت طلب کی جاتی ہے اگر کسی وقت دستر خوان پر نہ ہوتے تو

کھانا کثرت کے باوجود سب کے لیے ناکافی ہوتا، اگر وہ سراپا رحمت و برکت ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے سے کھانے میں بھی سب لوگ سیر ہو جاتے۔ (زرقانی۔ شرح مواہب۔ ج ۱۔ ص ۳۵۴، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ ص ۱۳۵)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کامل و جودِ وافر: اہل عرب سخت قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ سارے لوگ حیران و پریشان تھے، سبھوں نے اپنے اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں سے فریادیں کیں لیکن کچھ حل نہ نکلا، لوگ اسی فکر میں تھے کہ ایک ضعیف شخص نے کہا: ائے لوگو! بانی کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد موجود ہیں ان کے در پر اپنی فریادیں پیش کرو، چنانچہ وہ حضرت ابوطالب کے سامنے اپنی فریاد پیش کرنے لگے، سارا جنگل قحط زدہ ہو گیا، خشک سالی کی آگ نے سارے شہر کو جلا کر رکھ دیا، بچے غذا کے لئے تڑپ رہے ہیں، مارے پیاس کے بلک رہے ہیں، انسان تو انسان جانور بھی پریشان ہیں، گھاس و چارہ کے لیے ترس رہے ہیں قریب ہے کہ دم توڑ دیں۔

حضرت ابوطالب نے فریاد سنی تو فریاد رسی کے لئے رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر حرمِ کعبہ پہونچے اور سرکار کو دیوارِ کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا، اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا، اچانک چاروں طرف سے بادل امنڈ آئے اور اس قدر بارانِ رحمت کا نزول ہوا کہ سارا عرب سیراب ہو گیا، زمین سرسبز و شاداب ہو گئی، کھیت پھر سے لہلہانے لگے اور ہر طرف خوشی کا سماں چھا گیا۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ ص ۳۳۵، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ ص ۱۳۷)

☆ **نسب مبارک حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم:** اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے کے لئے بنی آدم کا انتخاب کیا جو اشرف المخلوقات ہیں پھر بنی آدم سے عرب کا انتخاب کیا جو اشرف الناس ہیں پھر عرب میں بنی کنانہ سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا جو کہ سردار قریش ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن

غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکتہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (صحیح بخاری ۔ ج ا ۔ ص ۵۴۳) پھر حضرت عدنان سے پاکباز آباء کرام کے واسطہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے اور آپ سے ہوتا ہوا ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

<u>نسب پاک کی طہارت:</u> حضور اکرم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں ہر بزرگ کفر و شرک وغیرہ سے نہ صرف پاک وصاف تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور نہایت اچھے صفات اور بہتر عادات کے مالک تھے ۔ جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح سے ظاہر ہوا ہوں ناجائز طریقے سے نہیں ۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ۔ ج ۱۰ ۔ ص ۴۵۴ ، سیرت حلبیہ ۔ ج ا ۔ ص ۳۲ ، خصائص کبریٰ ۔ ج ا ۔ ص ۳۷) آدم علیہ السلام سے میری پیدائش تک زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے مجھے نہیں چھوا۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ہم سجدہ کرنے والوں میں آپ کے منتقل ہونے کو دیکھ رہے ہیں ۔ اس کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک و پاکیزہ حضرات کے سلسلہ نسب مبارکہ میں پشت در پشت منتقل ہو رہے تھے ۔

ابونعیم کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ اپنی والدہ ماجدہ سے تولد ہوئے ۔

سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک میں تمام آباواجداد سب کے باپ دادا سے افضل ہیں جیسا کہ طبرانی اور بیہقی میں حدیث شریف ہے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا میں نے مشرق و مغرب کا ہر حصہ دیکھ لیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہیں پایا اور کسی خاندان کو بنی ہاشم سے بڑھ کر فضیلت والا نہ پایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے ہیں (1) حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام (2) حضرت سیدنا اسحٰق علیہ السلام ۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کے صاحبزادہ کا اسم گرامی حضرت سیدنا اسرائیل اور یعقوب علیہ السلام ہے

اسی لئے آپ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تک سب انبیاء آپ کی ذریت میں ہوئے۔ حضور اکرم سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل پاک سے ہیں آپ کی ذُریّت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی نہیں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک پشت در پشت منتقل ہوتا رہا۔

تقریباً ۵۷۰ سال بعدِ مسیح حضرت رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کو اپنے وجود باجود سے منور فرمایا۔

والدین کریمین کا تذکرہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کریم کا اسم گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ ہے۔ آپ اپنے والد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سب سے چہیتے اور پیارے صاحبزادے تھے۔ آپ کی شادی مکہ شریف میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ ملک شام کی طرف تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے واپسی میں جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ کا وصال ہوا اور یہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ یہ شہر آپ کی دادی صاحبہ کا جائے پیدائش تھا۔ ترکی حکومت نے آپ کا عالیشان روضہ بنایا تھا۔

والدین کریمین کا ایمان: حضور اکرم سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کو ضلالت اور گمراہی سے بچا کر ہدایت کے نور سے منور کر کے لوگوں کو جنت کا مستحق بنانے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جن کے فرمان ماننے والے جنتی بن جائیں اسی ذات پاک کے والدین کریمین نعوذ باللہ اس نعمت سے بہرور نہ ہوں؟ والدین کریمین کے بارے میں اس قسم کی گفتگو دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء اور تکلیف دینا ہے۔ قرآن یہ فرماتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے ذلت دینے والا عذاب تیار کیا ہے۔ (سورۃ الاحزاب۔ ۵۷)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قرابت داروں کو بھی تکلیف دی جاتی تو ناراضگی کا اظہار فرماتے جیسا کہ ابن ابی الدنیا، ابن مردویہ، ابن عساکر نے روایت کی ہے ایک شخص نے درہ رضی اللہ عنہا سے کہا! تو

اس ابولہب کی بیٹی ''درہ'' ہے جس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں وہ تباہ ہو ہی گیا' ۔حضرت درہ رضی اللہ عنہا نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو کیا بات ہے؟ مجھے میرے خاندان والوں کے بارے میں تکلیف دی جارہی ہے ،خدا کی قسم میری شفاعت میرے رشتہ داروں کو پہنچے گی ۔

اب غور کرنا چاہئے کہ ابولہب جو کافر اس کے حوالے سے طعنہ دیا جائے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے تو والدین کریمین سے غلط نسبت کرنا جب کہ ان کا ایمان آیت کریمہ اور کئی احادیث شریفہ سے ثابت ہے کس درجہ آپ کے لئے اذیت ناک بات ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے بارے میں علماء کرام محدثین عظام تین باتیں بیان فرماتے ہیں۔

1) ان کا زمانہ فترت کا زمانہ ہے۔اس میں ان سے کفر سرزد نہیں ہوا۔

2) وہ پہلے سے ہی مومن تھے کبھی ان کا ایمان داغدار ہوا ہی نہیں۔

3) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ زندہ کر کے انہیں کلمہ پڑھایا۔

<u>**2)والدین کریمین مومن ہی تھے:**</u> والدین کریمین اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین و مذہب پر تھے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد ابتداء سے انتہاء تک ہر قسم کی ظاہری و باطنی نجاست و آلودگی سے منزہ اور پاک ہیں کفر و شرک بھی ایک قسم کی نجاست ہے جس سے والدین کریمین کے دور رہنے پر بے شمار دلائل موجود ہیں ۔حضرت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ آیت کریمہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہا ہے جب آپ سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہوتے رہے'' ۔کی تفسیر میں لکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ ''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے میں منتقل ہوتا رہا'' اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مسلمان تھے۔(مسالک الحنفاء۔ص ۱۹)

دادا حضرت: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم کی شادی بنونجار کے خاندان میں ہوئی۔ آپ سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام شیبہ تھا مگر عبدالمطلب سے مشہور ہوئے۔ آپ بڑے ذی وقار تھے خانہ کعبہ کا انتظام آپ کے ذمہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد زم زم کا کنواں ناقابل استعمال ہو چکا تھا آپ نے اس کو پھر سے جاری کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے عطا فرمائے تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔ حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم' حضرت ابو طالب اور ابولہب۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے زمزم شریف کے کنویں کو پانے پر اپنے ایک فرزند قربان کرنے کی منت مانی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ منت مانی تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ دس لڑکے عطا کرے تو ایک کی قربانی دیں گے۔ تمنا کے مطابق ۱۰ لڑکے ہوئے تو قربانی کے لئے قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کا نام آیا مگر خاندانی افراد، اعزہ واقرباء نے اصرار کیا تو یہ تدبیر نکالی گئی کہ آپ کے نام کے ساتھ ابتداء میں 10 اونٹوں کا قرعہ ڈالا جائے، جب تک آپ کا نام قرعہ میں آتا رہے اونٹ اضافہ کئے جائیں گے آخر کار 100 اونٹوں کا قرعہ نکلا اس طرح آپ کو ذبح ہونے سے محفوظ کرلیا گیا (السیرۃ الحلبیہ۔ ج ۱۔ ص ۳۵/۳۶) اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں دو ذبیحوں کا صاحبزادہ ہوں۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۱۔ ص ۳۰۲) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال مبارک کے دو سال بعد آپ کا وصال ہوا جب کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف 8 سال تھی۔

حضرت ابو طالب: دادا جان کے وصال کے بعد آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی خدمت اقدس کی سعادت حاصل فرمائی اور حضرت اپنے بچوں سے بڑھ کر آپ سے محبت رکھتے تھے۔ اور آپ کا بے حد خیال رکھتے آپ کو کسی بھی قسم کی تکلیف ہونے نہ دیتے۔ حضرت ابو طالب کی زندگی میں فقر و فاقہ تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی برکت سے خوش حالی آپ کا مقدر بن گئی اور آپ صاحب ثروت اور امیر بن گئے۔

☆ سفرِ شام اور بحیرا راہب: حسب معمول حضرت ابو طالب قریش کے ساتھ جب بغرض تجارت ملک شام جانے کا ارادہ کیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے ساتھ سفر میں شریک کرلیا اس لیے کہ انہیں آپ کے ساتھ بے انتہا شفقت و محبت تھی، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ (12) سال دو مہینہ دس دن تھی۔ جب یہ قافلہ مقام بصری پہونچا تو وہاں بحیرا نامی راہب نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا، کیونکہ وہ سابقہ آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور آپ کی نبوت کی علامتوں کو پڑھ چکے تھے۔ بحیرا راہب سرکار کا دست اقدس تھام کر قریش سے کہنے لگے، یہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے سردار ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں اور ان کی شان رحمۃ للعالمین ہے۔ قریش نے کہا تجھے کیونکر اس کا علم ہے؟ بحیرا راہب نے جواب دیا جب تم گھاٹی پر چڑھ رہے تھے میں نے دیکھا کہ کوئی شجر و حجر ایسا نہ تھا جو آپ کو سجدہ نہ کیا ہو اور دھوپ کے وقت اُن پر ابر سایہ فگن تھا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ بحیرا راھب نے بڑی عقیدت و احترام سے آپ کی خاطر پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا۔

بعدازاں انھوں نے کہا خدا کی قسم تم بتاؤ تو سہی ان کا ولی کون ہے؟ جواب ملا کہ ابو طالب، بحیرا راہب نے ابو طالب سے کہا، اپنے بھتیجے کو واپس مکہ لے جاؤ اور مالِ تجارت یہیں پر فروخت کردو، کیونکہ یہود آپ کے سخت دشمن ہیں۔ اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو شہید کردیں، چنانچہ حضرت ابو طالب آپ کے ہمراہ مکہ مکرمہ واپس ہوگئے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۳، مواہب لدنیہ۔ ج ۱ ص ۳۶۳۔ سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ ص ۱۲۰)

ملک شام کا دوسرا سفر: دوسری بار حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کا سفر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ اور صفت جمیلہ یہ تھی کہ تجارت میں کسی کو نہ دھوکہ دیتے نہ کسی سے جھگڑتے اور آپ کی برکت سے مال تجارت میں بے حد اضافہ ہوتا اس سفر تجارت کے دوران میسرہ نے کچھ عجائب دیکھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوپہر

کے وقت دھوپ میں تشریف لے جاتے تو فرشتے آپ پر سایہ کرتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام پہنچ کر ایک کلیسا کے پاس درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے تو راہب نے آپ کو دیکھ کر میسرہ سے کہا یہ کون ہیں؟ اس درخت کے نیچے تو نبی آخر الزماں ہی آرام کریں گے۔ میسرہ نے واپس لوٹ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے راہب کی باتیں اور فرشتوں کا سایہ کرنا بیان کیا۔ آپ بڑی عقلمند و شریف خاتون تھیں اپنے چچازاد بھائی ورقہ کو سب کچھ بتایا تو انہوں نے بھی کہا کہ یہ ہمارے سردار اور آخری نبی ہیں اور اشعار کہے جس میں سے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

1) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سردار ہوں گے اور جو آپ کی طرف سے دوسروں پر حجت قائم کرے گا وہی غالب ہوگا۔

2) تمام عالم میں اس نور مبارک کی روشنی پھیل جائے گی جو نور مخلوق کو بھٹکنے سے بچا کر سیدھے راستہ پر چلائے گا۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ص ۱۵۸، مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ص ۳۷۰)

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شرافت اور پاک دامنی میں بے مثال تھیں آپ کا لقب مبارک ''طاہرہ'' تھا آپ کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے مالدار لوگ آپ کو پیام نکاح بھیجا کرتے تھے مگر آپ شادی کی طرف راغب نہ تھیں۔ مگر جب میسرہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء اور کمالات سنیں تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں پھر نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا اور خاندان کے بڑے افراد کے سامنے یہ بات رکھی بھلا کون اس سے انکار کرسکتا تھا؟ حضرت ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا' ابن ہشام کے قول کے مطابق بیس ۲۰ جوان اونٹنیاں مہر مقرر ہوا' دوسرے سیرت نگاروں نے پانچ سو درہم مہر لکھا ہے۔ نکاح کے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس ۴۰ سال تھی۔ آپ تقریباً پچیس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہیں اور ہجرت سے تین سال پہلے پسینسٹھ سال کی عمر مبارک میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح

نہیں فرمایا صرف ایک صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ جتنی اولاد امجاد ہوئیں سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت اور حسن اخلاق کی ہمیشہ تعریف کیا کرتے اور ان کی خوبیاں بیان فرماتے تھے۔

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام امت کی مائیں ہیں۔ ان کی شان وعظمت اس قدر بلند و بالا ہے کہ دنیا کی کوئی عورت ان جیسی نہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ''اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیو! تم دوسری کسی عورت کے جیسی نہیں''۔ (سورۃ الاحزاب۔۳۲)

ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا امت کے لئے حرام ہے اور حقیقی ماں سے پردہ نہیں مگر ان مقدس ماؤں سے اُن کی عظمت وحرمت کے پیش نظر پردہ لازم وضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ کی ازواج ان کی (مومنین کی) مائیں ہیں۔ (سورۃ الاحزاب۔٦) ازواج مطہرات کی تعداد (11) ہے جن میں چھ خاندان قریش سے اور مابقی دوسرے قبائل سے ہیں:

(1) ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (2) ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما (3) ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما (4) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہما (5) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ عنہا (6) ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، یہ خاندان قریش سے ہیں (7) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (8) ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (9) ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (10) ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ (11) ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجۂ مطہرہ ہیں، امہات المؤمنین میں خصوصی فضیلت کی حامل ہیں، خواتین میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد ہر طرف

مخالفت کی لہر اٹھی تو آپ مونس حیات بن کر تسکین خاطر کا سبب بنیں۔

ام المومنین سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں جنت کا کھجور کھلایا۔

بخاری شریف میں ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کیئے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں کھانا لے کر حاضر خدمت ہورہی ہیں جب وہ حاضر ہوں تو انہیں اللہ تعالیٰ کا اور میرا سلام فرمایئے اور انہیں خوشخبری دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک عالیشان محل ہے۔ جس میں نہ کوئی شور رہے گا اور نہ کوئی زحمت و تکلیف۔ زرقانی شریف میں حدیث پاک ہے: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت آسیہ علیہا السلام ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وصال کے بعد سب سے زیادہ آپ کا ذکر خیر فرماتے اور بکری ذبح فرماتے تو آپ کی سہیلیوں کو ضرور عنایت فرماتے۔ (ترمذی شریف ج۲ ص۲۲) آپ کا وصال مبارک اعلان نبوت کے دسویں سال ہوا اور مزار مبارک جنۃ المعلی مکہ مکرمہ میں ہے۔

<u>ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:</u> آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں آپ کی والدہ محترمہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا ہے۔ ہجرت سے تین سال پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا اور ایک ہجری میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک 9 سال تھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت اٹھارہ 18 سال تھی آپ کا وصال شب سہ شنبہ سات رمضان المبارک اٹھاون 58 ہجری میں ہوا۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے علاوہ کسی اور بے بیاہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں فرمایا۔ آپ کی کئی خصوصیات اور فضائل ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ بستر نبوت پر ہوتیں اس حالت میں بھی نزول وحی ہوتا۔

تقریباً دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث شریفہ آپ سے مروی ہیں۔ آپ کی برأت اور پاکدامنی پر وحی نازل ہوئی۔

<u>ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:</u> آپ کے والد حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر یا احد میں شہید ہوئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ ہجری میں آپ سے نکاح فرمایا۔ آپ حدیث شریف اور فقہ میں بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ سے ساٹھ احادیث شریفہ روایت کی گئی 45 ہجری ماہ شعبان مدینہ شریف میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

<u>ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:</u> آپ کا نام رملہ ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ محترمہ کا نام صفیہ بنت العاص ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ آپ سے پینسٹھ 65 احادیث شریفہ مروی ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی اور شاگرد ہیں آپ کا 44 ہجری میں وصال ہوا۔ بقیع شریف میں مدفون ہیں۔ اور ایک ضعیف قول دمشق میں آپ کی مزار پاک ہونے کا بھی ہے لیکن راجح قول بقیع شریف کا ہے۔ (زرقانی علی المواہب۔ ج ۱۔ ص ۴۰۹)

<u>ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:</u> آپ کا نام ہند ہے والد محترم کا نام حذیفہ ہے۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ سے ہوا، دونوں میاں بیوی پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کئے 4 ہجری میں آپ کے شوہر کا انتقال ہوا پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا۔ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو اٹھتر 378 احادیث شریفہ روایت کیں اور 84 سال کی عمر میں 61 ہجری میں وصال ہوا (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۱۱۔ ص ۱۹۱) اور جنت البقیع میں مزار مبارک ہے۔

<u>ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:</u> حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے آپ اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیں، والد کا نام زمعہ اور آپ کی والدہ کا نام شموس بنت عمرو تھا۔ آپ کا وصال مبارک مدینہ منورہ میں 52ھ ماہ شوال میں ہوا اور مزار اقدس جنت البقیع میں ہے۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔آپ کے خاوند جنگ بدر میں شہید ہوگئے۔(زرقانی علی المواہب۔ج ۴۔ص ۲۱۷)

3ھ غزوہ احد سے ایک ماہ قبل آپ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہونے کا شرف پائیں۔ 4ھ ماہ ربیع الآخر آپ کا وصال ہوا اور آپ بھی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔(سیرت حلبیہ۔ج ۳۔ص ۳۴۶)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: غرباء ومساکین کو کھلانے کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں اسی لئے آپ کا لقب مبارک اُم المساکین ہے، آپ رشتہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی حضرت اُمیمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں، پہلے آپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پھر 4ھ میں آپ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ 21ھ میں مدینہ منورہ میں وصال پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا: آپ پہلے کنانہ بن الحقیق کے نکاح میں تھیں پھر آپ کا عقد مبارک سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، تمام ازواج مطہرات میں آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ایک برگزیدہ نبی کی اولاد میں ہیں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں پہلے آپ کا نام زینب تھا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام مبارک صفیہ رکھا۔ آپ 50ھ یا 52ھ میں اشرف البلاد مدینہ طیبہ میں وصال پا کر جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا: آپ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی ہیں، پہلے آپ کا نام برّہ تھا پھر بعد میں آپ کا اسم مبارک جویریہ ہوا۔ 50ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال پا کر آپ بھی جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا: آپ کے والد کا نام حارث بن حزن تھا اور والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا، پہلے آپ ابو رہم بن عبدالعزی کے نکاح میں تھیں۔ ۷ھ غزوہ خیبر کے بعد سرور کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیں۔آپ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔ 51ھ میں آپ کا وصال مبارک ہوا۔مکہ مکرمہ کے مقام سرف میں آپ کا مزار مبارک ہے (زرقانی علی المواہب۔ج ۴۔ص ۴۱۸) جس کوفی الحال نواریہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت جملہ 9 ازواج مطہرات موجود تھیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد سب سے پہلے حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وصال پائیں اور سب سے اخیر میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

تعدد ازدواج کی حکمت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا نکاح (25) سال کی عمر شریف میں (40) سالہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، آپ کے وصال کے بعد (55) سالہ خاتون حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمایا، اور یکم ہجری (54) برس کی عمر شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام ازواج مطہرات میں کوئی بھی ان بیاہی نہ تھیں، دیگر تمام ازواج مطہرات ایک ہجری سے نو ہجری کے درمیان ہی امھات المؤمنین بننے کا شرف پائیں، حالانکہ اس عرصہ میں تمام غزوات وسرایا، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ جیسے واقعات پیش آئے، قبائل عرب کے وفود کی کثرت سے آمد ہوتی رہی، غیر معمولی تبلیغی مشغولیت کے باوجود انہیں شرف زوجیت سے نوازنا محض دینی اغراض کی بناء پر تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کے ایسے افراد کی مقدس صاحبزادیوں سے عقد نکاح فرمایا، جو اپنے قبیلہ میں ذی اثر تھے اور قبیلہ کے سارے افراد ان کے تابع تھے تاکہ اس کی برکت سے ان قبائل کی اسلام دشمنی ختم ہو اور محبت والفت کی راہ ہموار ہو، جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ آدمی اپنے قرابتداروں سے قربت وتعلق رکھتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ونفیس طبیعت میں حیاء کی صفت کامل طور پر موجود ہے اور عورتوں کیلئے دینی مسائل واحکام کی تعلیم دینا بھی ضروری امر ہے، حکمت الٰہی یہ تھی کہ ان ازواج مطہرات کے ذریعہ خواتین ودختران ملت تک نبوی معاشرت کی تفصیلات اوران سے متعلقہ خصوصی احکام کی تعلیم پہنچے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ذریعہ خواتین کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔

☆اولادامجاد: سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادامجاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہٗ کے، آپ حضرتِ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تین اور صاحبزادیاں چار ہیں (1) حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہٗ (2) حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہٗ (3) حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہٗ۔(1) حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا (2) حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا (3) حضرت سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا (4) حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

مختصر سیرت اولادِ امجاد

1) **حضرتِ قاسم رضی اللہ عنہٗ:** سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد میں سب سے بڑے صاحبزادے ہیں اعلانِ نبوت سے پہلے ہی دوسال کی عمر مبارک میں وصال پاگئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کے نام سے ہے۔

2) **حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ:** آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے شہزادے ہیں آپ کی ولادت اعلانِ نبوت سے قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی اور کم سنی ہی میں وصال فرماگئے، آپ کا لقب طیب وطاہر ہے۔

3) **حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہٗ:** آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ امجاد میں سب سے چھوٹے شہزادے ہیں آپ کی ولادت ماہ ذوالحجہ ۸ ہجری مدینہ طیبہ کے قریب مقام عوالی میں ہوئی اور زمانہ شیرخواری

ہی میں آپ کا وصال مبارک ہوا، اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کا مزار مبارک ہے، بوقت وصال آپ کی عمر مبارک ۷ یا ۸ ماہ تھی۔

4) حضرت زینب رضی اللہ عنہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باعظمت صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت سے دس سال قبل ہوئی۔

آپکی بیاہی اعلانِ نبوت سے قبل ہی اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور 8 ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے کفن مبارک کے لئے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند مبارک عطا فرمایا اور اپنے دست مبارک سے جنت البقیع میں قبر کے اندر رکھا۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادے جن کا نام ''علی'' رضی اللہ عنہ اور ایک صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

6،5) حضرت رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلانِ نبوت سے سات سال پہلے ہوئی۔ حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا اسی لئے آپ کو ذوالنورین یعنی ''دو نور والے'' کہا جاتا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک فرزند حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے جن کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے، حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا بیس (20) برس کی عمر میں وفات پائیں، آپ کا مزار شریف جنت البقیع میں ہے۔

ماہِ ربیع الاول 3 ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ماہِ شعبان المکرّم ۹ ہجری میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

7) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا: آپ کی ولادتِ مبارکہ اعلانِ نبوت کے پہلے سال ہوئی، آپ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی صاحبزادی ہیں اور جنتی خواتین کی سردار ہیں۔ آپ کے القاب مبارکہ یہ ہیں۔ سیدۃ نساء اھل الجنۃ، زھراء، بتول، بضعۃ الرسول، سیدہ، زاہدہ، طیبہ، طاہرہ وغیرہ۔

ہجرت کے دو سال کے بعد آپ کا عقد نکاح مولاءِ کائنات حیدر کرار شیر خدا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، سے ہوا۔ جن کے بطن مبارک سے تین صاحبزادے امام ہمام حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام محسن رضی اللہ عنہ، ہیں اور تین صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصالِ مبارک سرکار کے وصالِ اقدس کے چھ ماہ بعد رمضان المبارک 11 ہجری میں ہوا، اور آپ بھی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

☆ <u>خانۂ کعبہ کی تعمیر</u>: خانۂ کعبہ کی تعمیر، ابتدا سے عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک جملہ دس مرتبہ ہوئی۔ سب سے پہلے فرشتوں نے بیت المعمور کے مقابل زمین پر کعبہ کی تعمیر کی۔ آٹھویں مرتبہ قریش نے خانۂ کعبہ کی تعمیر جدید کی جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے اور اپنے مبارک کندھوں پر پتھر اٹھا کر لائے جس کی تفصیل یہ ہے: کعبہ کی عمارت زمین کے نشیبی علاقہ میں موجود تھی پہاڑوں سے بہنے والا بارش کا پانی جب اس وادی سے گذرتا تو سیلاب کی شکل میں ہوتا جس سے عمارت بہہ جاتی یا مرمت کی ضرورت پڑتی اسی لئے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کی تعمیر نئے طور پر ہو اور دروازہ بلند رکھا جائے تا کہ سیلاب کا پانی اندر داخل نہ ہو سکے اور چھت بنائی جائے، تعمیر میں مکہ شریف کے ہر قبیلہ کا سردار شریک ہو، چنانچہ مختلف کام مختلف لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔ جب حجر اسود رکھنے کی باری آئی تو آپس میں سخت جھگڑا ہوا ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اس کے حصہ میں آئے اس اختلاف کی بھڑکنے والی آگ کو ٹھنڈا کرنا ضروری تھا ایک عمر رسیدہ شخص کے مشورہ پر یہ طے پایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو امیر بنا لیا جائے وہ جو فیصلہ دے اس سے قبول کیا جائے۔ دوسرے دن صبح جو پہلے تشریف لائے وہ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ کو دیکھ کر سب نے کہا بخدا یہ امین ہیں ان کے فیصلہ پر ہم راضی ہیں۔ حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھا کر حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے رکھا اور تمام سرداروں سے حکم فرمایا کہ سب اس چادر کو اٹھا کر اسکے مقام تک پہنچیں جب قریب پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست پاک سے اس پتھر کو اس کی جگہ رکھ دیا اور آپ کے اس حکیمانہ فیصلہ نے لوگوں کو ایک بڑی جنگ اور خون خرابہ سے بچالیا۔

<u>تعداد تعمیر خانۂ کعبہ:</u> خانۂ کعبہ کی تعمیر اب تک جملہ دس مرتبہ ہوئی ہے جن میں نئے سرے سے تین مرتبہ تعمیر ہوئی:

1) سب سے پہلے بیت المعمور کے بالکل نیچے فرشتوں نے تعمیر کیا

2) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی

3) پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے

4) اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے

5) پھر قوم عمالقہ نے تعمیر کی

6) اس کے بعد قبیلہ جرہم نے تعمیر کی سعادت حاصل کی

7) پھر قریش کے مورث اعلیٰ قُصّی بن کلاب نے

8) اس کے بعد کی تعمیر قریش نے کی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک رہے

9) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تعمیر ہوئی

10) پھر حجاج بن یوسف کے زمانہ میں تعمیر کی گئی جو آج تک موجود ہے

<u>غارِ حراء:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ کا چالیسواں سال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت محبوب بنادی گئی۔ مکہ شریف سے تین میل دور ایک پہاڑ ہے جس کو ''جبل نور'' کہا جاتا ہے اس کی اونچائی میں ایک غار تھا جس کو ''غار حرا'' کہتے ہیں۔ تنہائی میں عبادت خدا کے ارادے سے تشریف لے

جاتے اوراس غار میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے اور مختصر ستو بطور غذا ساتھ لے کر تشریف لے جاتے جب وہ ختم ہو جاتا تو کبھی بنفس نفیس دولت خانہ پر واپس تشریف لاتے کبھی حضرت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کھانا لے کر غار حرا میں موجود ہوتیں۔(صحیح بخاری شریف۔ج ا۔ص ۲)

☆ <u>آغاز وحی:</u> معمول شریف کے مطابق معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی عبادت، ذکر و مراقبہ میں مشغول تھے اچانک ایک دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا ''اقرا'' پڑھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں۔فرشتہ نے گرم جوشی کے ساتھ آپ سے معانقہ کیا پھر عرض کیا حضور نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں۔اس طرح تین بار کیا اور تیسری بار سورۂ علق کی پہلی آیت اِقرأ باسم ربک سے پانچویں آیت تک تلاوت کی ان آیات کریمہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تلاوت فرمایا، نزول قرآن کی وجہ سے خاص انوار و تجلیات کا ظہور ہوا تھا اور شان رسالت و نبوت سے حق تعالیٰ کا قرب خاص ملا تھا جس کی وجہ سے جسم مبارک کانپ رہا تھا، دولت خانہ پر تشریف لا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ۔آپ نے چادر اڑھادی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا کہ مجھے اپنی امت کی فکر دامن گیر ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''جب آپ ہیں تو ان کے لئے کوئی خطرہ نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کی شان بلند رکھے گا اور اپنی مدد کو نہیں روکے گا۔ آپ رشتہ داروں سے بہتر سلوک کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آتے ہیں۔'' پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایک خدا کو ماننے والے تھے اور انہیں سارا واقعہ سنایا انھوں نے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو انبیاء کرام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا رہا کاش کہ میں اعلانِ نبوت کے وقت تندرست ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب قوم کی شرارت کی وجہ سے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنا ہوگا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ان لوگوں کی وجہ سے مجھے مکہ سے نکلنا ہوگا ؟ تو ورقہ نے کہا جو بھی نبوت لے کر آئے ان کی قوم مخالفت پر اتر آئی اور ان سے دشمنی کی ہے۔

پھر چند دن بہ حکمت الٰہی وحی کا سلسلہ موقوف رہا اور دوبارہ سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

☆ **سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرات:** وحی نازل ہونے کے بعد ابتداء میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ اور پوشیدہ طور پر اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ دعوت اسلام کے اس طریقہ کار پر ایمان لانے والے مرد حضرات میں سب سے اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خواتین میں حضرت خدیجہ رضی االلہ عنہا، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کو سابقین اولین کہا جاتا ہے۔ (مواہب لدنیہ۔ ج ا۔ ص ۲۴۴۔ سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ ص ۳۰۰) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ترغیب دلانے پر کئی حضرات بھی ایمان لائے اور یہ تبلیغ کا خفیہ طریقہ تین سال تک جاری رہا۔

☆**اعلانیہ تبلیغ:** جب ایک اچھی خاصی جماعت تیار ہوئی تو ارشاد خدا ہوا ''اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔'' (سورۂ الشعراء: ۲۱۴) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر قبیلہ قریش کو ندادی اور فرمایا: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہوگا تو کیا میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا ہاں! آپ صادق و امین ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو سنو میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے، میں تمہیں ایک خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اگر تم بت پرستی سے باز نہ آؤ گے تو تم پر عذاب خدا نازل ہوگا۔ تو سب ناراض ہوئے گستاخی کی باتیں کرتے ہوئے نکل گئے اور ابولہب نے کہا: **تباً لک ألھذا جمعتنا ام لھذا دعوتنا** (ہلاکت ہو تمہاری کیا تم نے ہم کو اسی لئے جمع کیا؟) اسی وقت اس کی مذمت میں سورۂ لہب نازل ہوا۔

پھر اعلان نبوت کے چوتھے سال حکم آیا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جو حکم دیا گیا علی الاعلان کہئے (سورۃ شعراء ۲۱۳) اس وقت سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم ہوا۔

اہل مکہ کی اذیتیں: اسلام دین حق ہے اور حق ہمیشہ غالب اور بلند رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا، باطل پرست ہمیشہ حق کو مٹانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور جب کوئی صورت نہیں بنتی تو اہل حق پر ظلم و ستم ڈھانا اور انہیں اذیتیں دینا شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو مختلف تکالیف دی گئیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن، ساحر اور جادوگر ہونے کے الزامات لگائے گئے **نعوذ باللہ منہا**۔ اور جب صحن کعبہ میں نماز ادا کر رہے ہوتے تو گلے میں چادر ڈال کر گلہ گھونٹ دیتے اور جب قرآن شریف بر سر عام سنایا جاتا تو تالیاں اور یا سیٹیاں بجا کر شور مچایا جاتا۔ کبھی آپ پر کچرا ڈالا جاتا اور کبھی راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے۔ بہر حال اتنی مصیبتوں کے بعد اسلام ہم تک پہنچا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے اثر کا یہ عالم کہ جب کسی کو سمجھاتے یا کسی سے کچھ فرماتے تو سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور اسلام قبول کر لیتا اسی لئے مشرکوں نے آپ کو لوگوں کے درمیان نعوذ باللہ جادوگر مشہور کر رکھا تھا مگر اس وقت کے دانشوران قوم جنہیں سرداران مکہ ابوجہل وغیرہ نے دعوت اسلام کو روکنے کے

لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا وہ بھی آپ سے بے حد متاثر ہوئے اور خود ان مشرکین کو جھٹلانے لگے۔

☆ <u>مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ:</u> کفار کی ایذاء رسانیاں صرف سرکار کی حد تک محدود نہ تھی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اذیتیں پہونچاتے، اور مصائب وتکالیف کے پہاڑ ڈھاتے مختلف انواع کی اذیتیں دیتے، کسی کو آگ پر لٹاتے تو کسی کو گرم تپتی ہوئی ریت پر برہنہ لٹا کر سینہ پر وزنی پتھر رکھتے، کسی کو قید کر کے کوٹھری میں بند کر دیتے تو کسی کے ہاتھ پیر باندھ کر ناک میں دھواں دیتے کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا، کسی کی پشت پر کوڑے مار کر انہیں تپتی ہوئی ریت پر لٹاتے تو کسی کو لوہا گرم کر کے داغ دیتے اور کسی کو پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ دم گھٹنے لگتا تو کسی کو کوئلہ کے انگاروں پر لٹاتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے گلہ میں رسی باندھ کر گلی کوچوں اور بازاروں میں گھسیٹا جاتا اور عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینہ مبارک پر وزنی پتھر رکھ دیا جاتا۔ امیہ بن خلف نے (جس کے آپ غلام تھے لیکن بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا) کہا اے بلال! اسلام کو چھوڑ دو، ایمان سے باز آجاؤ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ بآواز بلند یہی کہتے ''احد احد'' اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کفار نے اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے، اور آپ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جب اسلام لائیں تو ابوجہل نیزہ لیکر زیر ناف ایسا وار کیا کہ آپ شہید ہو گئیں، اسلام میں سب سے پہلی شہید ہونے والی خاتون آپ ہی ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی مارتے رہے یہاں تک کہ آپ بھی شہید ہو گئے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو بھی کفار طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہتے جب آپ ہجرت فرمانے لگے تو کفار نے کہا کہ اگر تم ہجرت کرنا چاہتے ہو تو تمہیں سارا مال اور اپنی ساری دولت چھوڑ کر جانا ہوگا آپ بخوشی ساری دولت واملاک چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

غرض سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کوطرح طرح کی مصیبتیں دی گئیں ، کفار نے ایذارسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہروقت نئے نئے ترکیبوں سے تکالیف دیتے رہے ،مگراللہ اکبر استقامت صحابہ کرام! اسلام پر ایسے جمے رہے کہ ذرابرابر بھی ایمان میں تزلزل نہ آسکا،ظلم وستم ، جوروجفا کے پہاڑ ڈھائے گئےلیکن پائے استقلال میں رمق برابر بھی تذبذب نہ آنے پایااورعزم وہمت کے ایسے پیکر بنے رہے کہ تاریخ اسکی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

<u>مال وجاہ کی پیش کش اورسرکار کا جواب مبارک</u>: بے انتہاءتکلیفیں اورسخت مصیبتیں دیئے جانے کے باوجود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مشن بند نہ فرمایاتو کفار مکہ یہ سمجھنے لگے کہ مال ودولت ،عزت وحشمت ، اورسرداری کے لئے آپ یہ نیادین پیش کرتے ہیں سب مل کرحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہنے لگے کہ آپ دعوت اسلام سے بازآئیں توپورا مکہ آپ کے فرمان کے تابع ہوگا اور آپ کو مال ودولت دی جائے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی احمقانہ باتیں سن کرقرآن شریف کی تلاوت شروع فرمائی جس کوسن کرسب متاثر ہوئے مگردلوں پرگمراہی کا حجاب تھااسی لئےحق سے منہ موڑ کر چلے گئے۔

پھرکفارمکہ کو یہ بات سمجھ میں آئی کہ حضرت ابوطالب کے ذریعہ ہم ان کوخاموش بٹھا سکتے ہیں سب نے ان کے پاس آکر شکایت کی حضرت ابوطالب نے انہیں سمجھا کرلوٹا دیا اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لہجے بھرے میں عرض کیا کہ مشرکین مکہ بہت بگڑے ہوئے ہیں اگرآپ اس کام سے نہ رکیں تووہ ہم پرتلوار بھی اٹھاسکتے ہیں یہ گفتگوسن کرحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاچچاجان اگریہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اوردوسرے میں چاند بھی لاکررکھ دیں تو میں اپنے اس کام سے بازنہ آؤں گا۔یہاں تک کہ یہ کام مکمل ہوجائے یاپھرمیں اس راہ میں شہید ہوجاؤں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جذبات حق سے لبریز کلام مبارک سناتوعرض کیا:ائے جان عم اپنا مشن جاری رکھئے جب تک میں ہوں آپ کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔(سبل الھدی والرشاد۔ج ۲۔ص ۳۲۶؍۳۲۷)

☆5 **نبوی ہجرت حبشہ:** مسلمانوں پر ظلم وستم روز بروز بڑھنے لگا اور مکہ کی زمین ان کے لئے تنگ ہوتی گئی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ ہجرت اعلانِ نبوت کے پانچویں سال ہوئی اس قافلہ میں گیارہ مرد حضرات اور چار باعظمت خواتین تھیں۔ (المواھب اللدنیۃ مع حاشیۃ الزرقانی۔ ج ۱۔ص ۵۰۳، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ص ۳۶۳) جب انہیں کفار مکہ کے مسلمان ہوجانے کی اطلاع ملی تو وہ سب پھر مکہ مکرمہ آ گئے بعدازاں جملہ تراسی مرد حضرات اور اٹھارہ خواتین نے دوبارہ حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

مکہ کے سفیر نجاشی بادشاہ کے دربار میں: کفار مکہ کو مسلمانوں کی ہجرت کی خبر پہنچی تو ان کا پیچھا کیا مگر مسلمان جلد ہی کشتی پر سوار ہوکر روانہ ہو چکے تھے جس کی وجہ سے کفار ناکام واپس لوٹے۔ مگر کفار مکہ کب خاموش رہنے والے تھے ایک وفد حبشہ پہنچا اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں آ کر نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ ہمارے کچھ مجرم مکہ سے بھاگ کر آپ کی پناہ میں آئے ہیں آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر گفتگو کا آغاز کیا اور عام درباریوں کی طرح سجدہ نہ کیا' لوگوں نے سخت سست کہا تو آپ نے فرمایا ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا اور بادشاہ سے مخاطب ہوکر کہا اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے بت پرستی میں مبتلا تھے، چوری، ظلم، دغابازی ہمارا شیوہ تھا۔ ایک عظیم رسول ہماری طرف تشریف لائے اور ان تمام برائیوں سے ہمیں منع فرمایا اور ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا ہم ان کے حکم پر عمل کرنے لگے تو ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی ان کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے ہم حبشہ کی طرف ہجرت کئے اب یہ لوگ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم دوبارہ اسی گمراہی اور اندھیرے میں لوٹ جائیں۔ بادشاہ آپ کی یہ تقریر سن کر بے حد متاثر ہوا۔ کفار نے کہا ان کا عقیدہ تمہارے پیغمبر کے بارے میں بھی کچھ اور ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اسکا جواب دینے کے بجائے سورہ مریم کی تلاوت کی جس سے بادشاہ پر رقت طاری ہوئی اور آنسو جاری ہوگئے پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے بارے میں بتایا کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور بغیر والد کے حضرت مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے۔نجاشی نے یہ سن کر کہا: سلطنت کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوتی تو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتا اور آپ کے نعلین مبارک سیدھے کرتا اور قدم پاک دھوتا، پھر بادشاہ نے کفار مکہ کو ڈانٹ کرانہیں دربار سے نکلوادیا اوران کے تحفے واپس کردئے۔

<u>حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت:</u> حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے صحن میں بلند آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے' اہل مکہ کے بچے اور عورتیں اس مقدس وشیریں کلام کو سن کر بے حد متاثر ہوتے تھے' کفار نے آپ کو تنگ کیا اور آپ پر بھی زیادتی کرنے لگے تو آپ نے ہجرت حبشہ کا ارادہ فرمایا سامانِ سفر لے کر نکلے تھے کہ راستہ میں قبیلہ قارہ کا سردار مالک بن دغنہ ملا اور پوچھا' آپ نے ہجرت کا ارادہ ظاہر فرمایا تو اس نے کہا آپ جیسا نیک انسان جو دوسروں کی مدد کرتا اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتا ہے شہر کے اندر رہنے کے قابل ہے آپ میرے ساتھ چلئے میں آپ کو امان دیتا ہوں اور کفار مکہ کو جمع کر کے کہا :ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو میں نے امان دی ہے کوئی انہیں تکلیف نہ دے۔کفار نے کہا ''ہم ایک شرط پر یہ بات تسلیم کرتے ہیں وہ یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر چھپ کر قرآن کی تلاوت کریں۔ابن دغنہ نے یہ شرط منظور کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چند دنوں تک اسی طرح چھپ کر آہستہ تلاوت کرتے رہے مگر آپ کی اسلامی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ باطل خداؤں کی عبادت کھلے طور پر ہو اور معبود برحق کی عبادت پوشیدہ اور خفیہ طور پر۔اسی لئے بلند آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔کفار نے ابن دغنہ سے شکایت کی اس نے آپ سے کہا: آپ یا تو قرآن آہستہ پڑھیں یا میں اپنی پناہ سے دست بردار ہو جاؤں گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنی پناہ واپس لے لو مجھے میرے رب کی پناہ کافی ہے۔(سبل الھدی والرشاد۔ج ۲۔ص ۴۱۰)

☆ **<u>حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایمان 6 نبوی:</u>** جوں جوں وقت گذرتا گیا لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ اسلام اپنی صداقت وحقانیت کی بنیاد پر ترقی کرتا ہوا امن وامان کی چادر پھیلاتا جارہا تھا۔اب ایسے لوگوں کی

باری تھی جو جاہ وجلال، عزت وعظمت رکھتے ہوں اور اہل مکہ میں ان کا رعب و دبدبہ اور ان کی بات ٹالی نہ جاتی ہو۔

اعلان نبوت کے چھٹے سال ایسی مقدس ہستیاں قلعۂ اسلام میں داخل ہوئیں جن سے اسلام کا پرچم بلند ہوا اور مسلمان علانیہ طور پر معبود حقیقی کی عبادت کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت چاہتے تھے اور آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ بڑی بہادری و دلیری رکھتے تھے صبح شکار کے لئے جاتے تو شام گھر واپس لوٹتے تھے پھر خانۂ کعبہ کے طواف کے لئے آ کر قریش کے سرداروں کی محفل میں بیٹھتے تھے، ایک دن معمول کے مطابق جب شکار سے واپس لوٹے تو آپ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے آج ابو جہل نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیسا گستاخانہ برتاؤ کیا؟ یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ اپنی تیر کمان لیکر ابو جہل کے پاس پہنچ گئے اور کمان سے بڑی قوت کے ساتھ اس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کیا تو نہیں جانتا میں بھی انہیں کے دین پر ہوں۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ ابو جہل کی مدد کیلئے آئے تو اس نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنی ہاشم سے بنی مخزوم کی جنگ نہ چھڑ جائے، کہا جانے دو میں نے آج ان کے بھتیجے کو بہت سخت سست کہا۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ چند اشعار کہے جس میں سے ایک شعر کا مفہوم یہ ہے: (زرقانی علی المواہب۔ ج ۱۔ص ۴۷۷، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ص ۳۳۲)

میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ میرا دل اسلام اور ہدایت کیلئے اس نے کھول دیا ہے۔ (المواھب اللدنیۃ مع حاشیۃ الزرقانی۔ج ۱۔ص ۴۷۸)

<u>حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا اسلام 6 نبوی:</u> حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ مسلمان ہونے کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ بھی ایمان لائے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ایک دن ننگی تلوار لئے غصہ میں جا رہے تھے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ سے ملاقات ہوئی آپ کے اسلام کی حضرت عمر کو خبر نہیں تھی پوچھا

اے عمر ننگی تلوار لئے کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے کہا آج بانیٔ اسلام کا فیصلہ کر دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ آپ رخ بدل کر بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دونوں آیات قرانی کی تلاوت کر رہے تھے فوراً تلاوت چھوڑ کر بہن نے دروازہ کھولا۔ حضرت عمر نے غصہ میں کہا کیا تو بھی مسلمان ہو گئی؟ پھر بہنوئی کی طرف جا کر انہیں زمین پر پٹخ دیا اور سینہ پر سوار ہو کر مارنے لگے جب بہن روکنے کے لئے قریب آئیں تو انہیں ایسا طمانچہ مارا کہ چہرہ زخمی ہو کر خون سے لت پت ہو گیا بہن نے بآواز بلند کہا عمر چاہے کچھ بھی کر لو اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ پر بہن کے چہرہ کو دیکھ کر اور ایمانی جذبات سے لبریز یہ گفتگو سن کر رقت طاری ہوئی اور کچھ دیر خاموش رہے پھر کہا جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ دکھاؤ، تو بہن نے کہا تم ناپاک ہو جب تک غسل کر کے پاک نہ ہو جاؤ گے قرآن شریف کے مبارک اوراق کو نہیں چھو سکتے۔ آپ نے فوراً غسل کیا پھر جب آیات قرآنی کے مبارک اوراق لئے تو نظر سورۂ طٰہٰ کی اس آیت کریمہ پر پڑی جس کا ترجمہ ہے ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا ہی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے''۔
آیت کریمہ پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دارِارقم میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ بہن کے گھر سے ننگی تلوار لئے جب وہاں پہنچے تو دروازہ بند تھا، مسلمانوں کو اس امر کی اطلاع مل چکی تھی، دروازہ کھولنے میں تاخیر کر رہے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا دروازہ کھولو اگر نیک نیتی سے آیا ہے تو استقبال کیا جائے گا ورنہ اسی تلوار سے سر اڑا دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اندر داخل ہوئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کیا باز نہیں آؤ گے؟ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے بآواز بلند توحید و رسالت کی گواہی دی تمام مسلمانوں نے خوشی کے مارے نعرۂ تکبیر بلند کیا اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہٗ کے مشرف بہ اسلام ہونے پر تمام آسمان والوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور خوشیاں منائی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہٗ کی گذارش پر علی

الاعلان حرم کعبہ میں مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ (المواہب اللدنیہ مع حاشیہ الزرقانی۔ ج ۲۔ص ۴، زرقانی۔ ج ۲۔ص ۵، سبل الھدی والرشاد، ج ۲۔ص ۳۷۲)

☆ **شعب ابی طالب 7 نبوی:** آئے دن مسلمانوں کی تعداد میں کثرت ہونے اور کفار مکہ کے بڑے بڑے بہادر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے دشمنان اسلام کی تشویش بڑھنے لگی اور سب سرداروں نے مل کر یہ پروگرام بنایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے نہ ان کے خاندان میں شادی کی جائے نہ ان سے تجارت کی جائے اور نہ انہیں کھانا پانی دیا جائے اور نہ ان سے میل جول رکھا جائے۔

بنو ہاشم کے کل افراد کو حضرت ابو طالب کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی میں محصور کر دیا گیا جس کو شعب ابی طالب کہا جاتا ہے۔ تین سال تک مکمل سماجی بائیکاٹ جاری رہا۔ بچے اتنا روتے تھے کہ مکہ کی آبادی میں ان کی آواز سنائی دیتی اور بنو ہاشم درخت کے پتوں پر گذارہ کرلیا کرتے تھے۔ آخر کار قریش کے کچھ افراد کو اپنی حرکت پر ندامت ہوئی پھر دوبارہ مجلس منعقد ہوئی اور پر جوش تقریریں ہوئیں ان میں حضرت ابو طالب بھی تھے موقعہ غنیمت جان کر کہا میرے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ معاہدہ جس کاغذ پر لکھا ہوا ہے اس کو کیڑے کھا چکے ہیں البتہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ محفوظ ہے میری رائے یہ ہے کہ معاہدہ کھول کر دیکھ لو اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہا گیا تو اس محاصرہ کو برخواست کر دو اور اس کے خلاف نکلے تو میرے بھتیجے کو میں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ معاہدہ کھول کر دیکھا گیا سارے مجمع نے دیکھا جہاں اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ باقی ہے باقی سب کو دیمک نے کھالیا ہے اس طرح تین سال بعد سوشل بائیکاٹ ختم ہوا اور بنو ہاشم کو راحت ملی۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ص ۳۷۷، مواھب۔ ج ۲۔ص ۱۲)

غم کا سال 10 نبوی: شعب ابی طالب سے باہر تشریف لانے کے کچھ دن بعد ابو طالب بیمار ہو گئے اور آٹھ مہینہ بعد انتقال کر گئے۔ آپ کی وفات سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا اور بہت تکلیف پہنچی کیوں کہ زندگی بھر آپ حق کی مدد و نصرت، حمایت و دستگیری کیا کرتے تھے۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ ص ۴۲۸)

یہ زخم ابھی تازہ تھا کہ کچھ دن بعد حضرت ام المؤمنین سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا جنھوں نے اپنا مال ودولت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قربان کیا تھا۔ ہمیشہ دین اسلام کی سربلندی کے لیے فکر مند رہا کرتیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو تسکین دیا کرتیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر آپ کے وصال کا اتنا صدمہ ہوا کہ آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" غم کا سال رکھا۔ (مواھب لدنیہ۔ ج ۲۔ ص ۴۹، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۲۔ ص ۴۳۴)

<u>**طائف کا سفر 10 نبوی:**</u> مسلسل دس سال تک جدو جہد اور محنت کے باوجود اہل مکہ کی بے راہ روی، عناد و سرکشی اور ہٹ دھرمی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الٰہی و دعوتِ اسلام دینے کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لے کر ماہِ شوال میں طائف کی طرف سفر فرمایا۔ طائف مکہ مکرمہ سے چالیس میل پر واقع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک مسلسل تبلیغ اسلام فرماتے رہے لیکن اہل طائف نے بجائے ایمان لانے کے آپ کے ساتھ مختلف قسم کی شرارتیں شروع کردیں۔ طائف کے بڑے مالداروں میں تین بھائی جن کا نام عبد یالیل، مسعود، حبیب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاکر جب انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے انکار کیا اور بدتمیزی کی باتیں کیں پھر چند غنڈوں اور بدمعاشوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے آپ کے پیچھے لگا دیا۔ جس گلی سے سرکار گذرتے وہ غنڈے اور بدمعاش لوگ راستے کے دونوں جانب کھڑے ہوجاتے اور آپ پر پتھر برساتے جس سے سرکار کے قدم مبارک لہولہان ہوجاتے اور نعلین مبارک خون سے بھر جاتے۔

ایسے میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر خدمت ہوکر عرض کرتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اگر آپ حکم فرمائیں تو میں پہاڑوں کو اٹھا کر اُن لوگوں پر اُلٹ دوں گا ،لیکن اللہ اکبر شانِ رحمت للعلمین: نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا' رحمت خداوندی سے امید رکھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اُن کی نسل سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو اُس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(صحیح بخاری شریف ومسلم شریف)

اسی سفر سے واپسی کے وقت مقام نخلہ میں جنوں کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئی ان جِنّوں کی دعوت وتبلیغ پر مکہ شریف کے دیگر جِنّوں کی جماعتیں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئیں ۔(مواھب۔ج۲۔ص۵۶،سبل الھدی والرشاد۔ج۲۔ص۴۴۳)

معجزہ شق القمر 10 نبوی: کفار قریش کسی نہ کسی طریقہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کواور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کوروکنا چاہتے تھے چنانچہ ابوجہل نے اسی سلسلہ میں اپنے ایک دوست حبیب یمنی کو بلا بھیجا تاکہ وہ اہل مکہ کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے روکے، حبیب یمنی جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ابوجہل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت شکایتیں کرنے لگا یہ سن کر حبیب یمنی نے کہا کہ میں پہلے ان سے مل کرتو دیکھوں کہ وہ کون ہیں۔اپنے ایک قاصد کوسرکار کے پاس روانہ کیا کہ حبیب یمنی فلاں مقام پر رؤساء قریش کے ہمراہ آپ سے ملنا چاہتا ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور وہ چودھویں شب تھی، حبیب یمنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی،حبیب یمنی نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو نبوت کی صداقت پر بطور دلیل معجزہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جومعجزہ تم چاہتے ہو میں وہ بتلانے تیار ہوں۔حبیب نے کہا میں دومعجزے دیکھنا چاہتا ہوں پہلا یہ کہ آپ چاند کے دوٹکڑے کردیں اور دوسرا آپ خود بتادیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام سرداران قریش کے ساتھ کوہ صفا پرتشریف لے گئے اور اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا فوراً چاند دوٹکڑے ہوگیا یہاں تک کہ تمام لوگوں نے بچشم خود دیکھ لیا پھر سرکار نے اشارہ فرمایا تو چاند کے دوٹکڑے آپس میں مل گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن پر اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے احوالِ قلوب عیاں کردیا ہے ارشاد فرمایا! ائے حبیب یمنی تمہاری ایک لڑکی اندھی، بہری اور لنگڑی ہے تم چاہتے ہو کہ وہ شفایاب ہوجائے۔ جاؤ تمہاری لڑکی صحت یاب ہوگئی ہے یہ سننا ہی تھا کہ حبیب یمنی کلمۂ شہادت پڑھ کر دولت ایمان سے مالا

مال ہوگئے۔ پھر جب وہ اپنے گھر پہنچے تو دیکھا وہی لڑکی جو اپاہج تھی دروازہ کھول رہی ہے۔ دریافت کیا بیٹی ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگی ابا جان میں نے خواب میں دیکھا ایک حسین وجمیل نورانی بزرگ تشریف لائے مجھے کلمۂ شہادت پڑھا کر مسلمان کیئے اور اپنا دست مبارک میرے بدن پر پھیرا تو میں اسی وقت شفایاب ہوگئی۔

(شرح قصیدۃ البردہ از علامہ خرپوتی)

نیک طبیعت لوگ تو حق واضح ہونے کے بعد سر تسلیم خم کر لئے اور جن لوگوں نے اپنے دلوں کو شقاوت کا مرکز بنالیا وہ روشن آیات و کھلے معجزات کے مشاہدہ کے بعد بھی انکار و مخالفت پر اڑے رہے اور دولت ایمان و سعادت اسلام سے محروم رہے۔

☆ <u>نور اسلام مدینہ منورہ میں:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرمانے سے قبل اس کا نام ''یثرب'' تھا۔ یعنی بیماریوں ومصیبتوں والا شہر لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت سے وہ شفاء وراحتوں والا شہر مدینہ طیبہ ہوگیا۔

اعلان نبوت کے وقت وہاں دو مشہور قبیلہ ''اوس وخزرج'' آباد تھے۔ ان لوگوں نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ ادھر 11 سنہ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کیلئے آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دے رہے تھے کہ قبیلہ اوس وخزرج کے کچھ لوگ سرکار کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائی اور دعوت اسلام پیش کی۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جب انہوں نے آیات قرآنیہ سنیں تو ان کے دلوں پر رقت طاری ہوگئی اور دل موم کی طرح نرم ہو کر حق کی طرف جھک گئے اور وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ وصفات کریمہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ وہی رسول محتشم ہیں یہ وہی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مبعوث ہونے کا یہود ذکر کرتے ہیں، انہیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کے ''رسول'' ہیں فوراً وہ تمام حضرات مسلمان ہوگئے اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے، واپس اپنے شہر جا کر تبلیغ اسلام کرنے لگے۔

بیعت عقبہ اولیٰ 12 نبوی: دوسرے سال بھی حج کے موقع پر بارہ ۱۲ اشخاص منیٰ کی ایک گھاٹی میں خفیہ طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر کے داخل اسلام ہوئے جن میں سے دس اصحاب قبیلہ خزرج اور دو (2) اصحاب قبیلہ اوس کے تھے۔ ان حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ایک ایسے معلم کو روانہ فرمایئے جو ہمیں احکام اسلام وتعلیمات دین سمجھائے اور ہمارے یہاں تبلیغ اسلام کرے۔ چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۳۔ ص ۱۹۴)

یہ بیعت چونکہ منیٰ کی گھاٹی (عقبہ) میں ہوئی اس لیے اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ رکھا گیا اور اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف کے لیے اپنے جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور ساتویں آسمان سے عرش بریں اور عرش الٰہی سے ماوراء عرش جہاں تک رب نے چاہا تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے قرب خاص و دیدار پاک کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

☆ ***معجزۂ معراج شریف 12 نبوی:*** طائف کی زمین میں دی گئی تکلیفوں اور مصیبتوں سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر گرانی اور خاطر عاطر پر حزن طاری تھا حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تسکین خاطر اور آپ کو فرحت ومسرت عطا کرنے کے لئے اور خلقت پر آپ کی قدر ومنزلت آشکار کرنے کے لئے اپنے قرب خاص میں طلب کیا، آسمانوں کی سیر کرائی، جنت و دوزخ کا نظارہ کرایا اور اپنے دیدار سے نوازا، اس مقدس سفر کو قرآن شریف میں اِسراء اور احادیث شریف میں معراج سے یاد کیا گیا۔ اسراء کا معنی ہے رات میں لے جانا' اور معراج کا معنی ہے کمال عروج وبلندي، مسجد حرام کعبۃ اللہ سے بیت المقدس کا سفر ''اسراء'' کہلاتا ہے' اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ سے لامکاں تک کی سیر کو ''معراج'' کہا جاتا ہے۔

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کی جسم اطہر وروح مبارک کے ساتھ سیر، جنت

اور دوزخ کا مشاہدہ اور حالت بیداری میں سر مبارک کی مقدس آنکھوں سے دیدار حق تعالیٰ کی نعمت سے سرفرازی یہ سب رات کے مختصر حصہ میں ہوا۔ یہ سفر مبارک طائف سے واپسی کے بعد اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت سے پہلے 12 نبوی 27/ ماہ رجب کو ہوا۔ اکثر علماء یہ لکھتے ہیں کہ معراج شریف جملہ 34 بار ہوئی جس میں ایک بار روح مبارک اور جسم اطہر کے ساتھ ہے اور جو شخص روح مبارک و جسم اطہر کی معراج کا انکار کرے وہ فاسق و بدعتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ معراج حالت بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئی یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ معراج صرف روح کو ہوئی یا حالت نیند میں ہوئی تو وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ گر اور فاسق ہے۔ (تفسیرات احمدیہ۔ص ۳۳۰)

<u>سفر معراج کا مختصر ذکر:</u> حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں آرام فرما رہے تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام لاکھوں فرشتوں کے ساتھ جن کے ہاتھوں میں نورانی قندیلیں تھیں خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور اپنے کافوری رخسار حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تلووں سے لگائے اس کی ٹھنڈک سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نورانی آنکھیں کھولیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا! رب تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاہِ زم زم کے پاس تشریف لے گئے سینہ اقدس چاک کیا گیا ایمان وحکمت سے لبریز طشت اُس میں انڈیل دیا گیا اور سواری کے لئے براق لایا گیا جس کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ جہاں تک نظر پڑتی وہاں قدم رکھتا تھا ۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لائے اور براق کو اس حلقہ سے باندھا جس سے انبیاء کرام کی سواریاں باندھی جاتی تھیں۔ تمام انبیاء کرام وہاں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے سب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی پھر آسمانوں کی سیر شروع ہوئی۔ مختلف طبقات پر مختلف انبیاء کرام نے آپ کا استقبال کیا۔ پہلے آسمان پر ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے استقبال کیا، حضرت خلیل علیہ السلام نے (بشمول تمام انبیاء کرام) کہا اے (دیدار الٰہی کی) صلاحیت رکھنے والے نبیؐ مبارک مرحبا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوار الٰہی کی تجلیات کا مقام تھا اس کے آگے کیا ہوا نہ زبان میں اس کے بیان کی قدرت ہے نہ عقل سمجھنے کے قابل۔ محبوب ومحب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راز و نیاز کی باتیں ہوئیں قرآن کریم اس طرح بیان فرماتا ہے فاوحیٰ إلٰی عبدہ ما اوحیٰO ''رب نے اپنے محبوب بندہ پر وحی فرمائی جو وحی فرمانی تھی'' (سورہ النجم: ١٠)۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں اس طرح ہے۔ ماکذب الفؤاد ما راٰی O ''آپ نے جو مشاہدہ کیا دل نے جھٹلایا نہیں'' (سورہ النجم: ١١) لقد راٰی من اٰیٰت ربہ الکبریٰ O ''بیشک آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں'' (النجم۔ ١٨)

کتاب الشفاء میں ہے۔ بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام یہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج شریف میں دو مرتبہ دیکھا (المواہب اللدنیہ۔ ج ٨۔ ص ٢٤٧) حضرت کعب رضی اللہ عنہٗ نے اتنا بلند نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونجنے لگا اور فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے میرے رب کو دیکھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نعم رأیت نوراً ہاں! میں نے نور حق کو دیکھا ہے۔ (مسلم شریف۔ ج ١۔ ص ٩٩)

حضرت امام عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ جو امام بخاریؒ کے دادا استاذ ہیں فرماتے ہیں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ (المواہب اللدنیہ۔ ج ٨۔ ص ٢٤٤)

کتاب الشفاء میں ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرا مذہب وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا، دیکھا، دیکھا اتنی دیر تک کہے کہ سانس رک گئی۔

<u>سفرِ معراج کی سواری:</u> معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سواریوں پر سوار ہوئے۔(1) مکہ شریف سے بیت المقدس تک براق پر۔(2) بیت المقدس سے آسمان اول تک نور کی سیڑھیوں پر۔(3) آسمان اول سے ساتویں آسمان تک فرشتوں کے پروں پر۔(4) سدرۃ المنتہیٰ تک جبرئیل علیہ السلام کے بازوؤں پر۔(5) سدرۃ سے عرش تک رفرف پر، عرش سے اوادنی تک اپنے نورانی قدم مبارک سے۔

مکمل سفر مختصر سے وقفہ میں تکمیل کرنے کے بعد جب واپس تشریف لائے اور قوم میں صبح اعلان کیئے تو لوگوں نے انکار کیا اور طعن و تشنیع کرنے لگے۔ اس انکار سے بھی پتہ چلتا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی تھی اگر صرف روحانی معراج کی بات ہوتی تو وہ انکار نہ کرتے۔

<u>حکم پاکر سورج ٹھہر گیا:</u> معراج سے تشریف لانے کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے اس واقعہ کو بیان فرمایا تو لوگ انکار کرنے لگے اور مختلف قسم کے سوالات کرنے لگے۔ انہوں نے کہا اگر آپ واقعتاً بیت المقدس جا کر آئے ہیں تو بتایئے کہ ہمارا تجارتی قافلہ جو ملک شام گیا ہوا ہے وہ کس مقام پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ فلاں مقام پر ہے اور فلاں دن آئے گا۔ لوگ قافلہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے سورج ڈوبنے کو تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم فرمایا تو وہ اپنے مقام پر رک گیا۔ جیسا کہ امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم فرمایا تو وہ دن کی ایک ساعت تک رکا رہا۔ (خصائص کبریٰ ۔ج ۲۔ص ۸۲)

☆ <u>بیعت عقبہ ثانیہ 13 نبوی:</u> حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت دین و تبلیغ اسلام کے لیے مدینہ منورہ روانہ فرمایا تھا، مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی

اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمارہے اور لوگوں کو پیغام حق و دعوتِ اسلام دیتے رہے جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک ہی سال میں کئی حضرات داخل اسلام ہو گئے چنانچہ ۱۳ھ نبوی میں حج کے موقع پر تہتر (73) مرد اور دو (2) عورتیں جملہ پچھتر حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم پر بیعت کئے۔اس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

☆ <u>ابتدائے ہجرت مدینہ:</u> کفار مکہ کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو ان کے غیظ وغضب کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اب تو انہوں نے مسلمانوں پر جفا کاری وایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔مصائب وآلام کے پہاڑ توڑنے لگے لیکن یہ جانثار صحابہ کرام کاشانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ رحمت میں رہ کر کمال استقامت کے ساتھ رضائے خدا و خوشنودی حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہر ستم و جفا گوارہ کرتے رہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں مسلمان امن وامان کے ساتھ رہ سکتے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، نے ہجرت فرمائی پھر رفتہ رفتہ دوسرے صحابہ کرام بھی خفیہ طور پر ہجرت فرماتے رہے۔

<u>کفار کا ناپاک ارادہ:</u> کفار مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی حمایت کرنے والے دن بہ دن بڑھتے جارہے ہیں مدینہ منورہ میں مسلمان انصار کی پناہ میں ہیں اور مسلمانوں کی طاقت میں آئے دن اضافہ ہی اضافہ ہوتا جارہا ہے تو انہیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت نہ فرمائیں، کسی طرح آپ کو اور آپ کی دعوت کو روکا جائے۔اسی سلسلہ میں دارالندوہ میں ایک بڑی میٹنگ رکھی گئی جس میں تمام روساء قریش شریک تھے اور شیطان لعین بھی کمبل اوڑھے ایک نجدی شخص کی شکل میں دارالندوہ میں شریک ہو گیا۔تمام لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنا اپنا مشورہ پیش کرنے لگے۔کسی نے کہا کہ نعوذ باللہ ان کے ہاتھ پیر میں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر تاریک کوٹھری میں قید کر دیا جائے اور کھانا پانی کچھ نہ دیا جائے یہاں تک کہ نعوذ باللہ وہ دم توڑ دیں یہ سن کر وہ بوڑھا شخص (شیطان) کہنے لگا خدا کی قسم تم ان کو کسی بھی جگہ قید میں رکھو ان کے جانثار صحابہ اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر انہیں قید سے رہا

کرلیں گے۔ دوسرے شخص نے کہا کہ انہیں اس شہر سے نکال دوتا کہ وہ کہیں اور جائیں ہمیں اور ہماری قوم کو تو نجات مل جائے گی۔ فوراً اس انسان نما شیطان نے کہا! یہ بھی کوئی رائے ہے؟ کیا تم کو نہیں معلوم کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں کیسی تاثیر ہے اوران کے کلام میں کیسی شیرینی ومٹھاس ہے۔ اگرتم انہیں شہر بدر کرو گے تو وہ دن دور نہیں ہوگا کہ وہ تمام قبائل عرب کو دعوت اسلام دے کر اور آیات قرآنیہ سنا کر داخل اسلام کرلیں گے اور پھر ایک لشکر عظیم کے ہمراہ تم پر ایسا حملہ کریں گے کہ عاجزی ورسوائی کے سوا تمہارے ہاتھ کچھ نہ لگے گا۔ ابوجہل کہنے لگا! میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک بہادر شخص کا انتخاب کیا جائے اور وہ تمام بہادر بیک وقت حملہ کردیں اس طرح جرم تمام قبائل کے سروں پر ہوگا اور خاندان بنو ہاشم کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ تمام قبائل سے خون کا بدلہ لیں مجبوراً وہ خون بہا لینے پر راضی ہوجائیں گے اور ہم سب مل کر آسانی سے خون بہا کی رقم ادا کردیں گے۔ سارے لوگ ابوجہل کی رائے پر متفق ہوکر اس ناپاک عزم کے ساتھ اپنے اپنے گھر لوٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مکروفریب پر مطلع فرما دیا۔

☆ **واقعہ ہجرت:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جبرئیل امین علیہ السلام پیغام الٰہی وحکم خداوندی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں بلکہ مدینہ منورہ ہجرت فرمائیں چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کا حکم فرمایا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیں تاکہ میں آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل کروں تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔

کفار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق وامین تسلیم کرتے تھے: اہل مکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حنیف کے منکر اور اسلام کے مخالف تھے۔ پیام اسلام سے روگرداں ومنحرف تھے لیکن

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صادق وامین تسلیم کرتے اور اپنے مال وزر و قیمتی اشیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور امانت رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سارے لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرما کر ارشاد فرمایا اے علی! آج تم میرے بستر پر آرام کرو اور صبح یہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا کر تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا۔

ادھر کفار اپنے ناپاک عزم کے ساتھ کاشانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور ادھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، سید الاولیاء حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر مبارک پر آرام کرنے کا حکم فرما کر روانہ ہوئے۔ باہر تشریف لا کر ملاحظہ فرمایا کہ کفار محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مٹھی خاک لے کر سورہ یٰسین کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائی اور اس مجمع میں پھینک دیا اور انکے درمیان سے اس طرح تشریف لے گئے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ صبح جب کفار نے دیکھا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ ہیں تو کفار مارے حسرت کے کف افسوس ملتے رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اپنی جائے ولادت، آبائی شہر مکہ سے ہجرت فرمائی اور اسی رات غار ثور پہنچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مجھے داخل ہونے کی اجازت عطا فرمایئے یہ کہہ کر غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح صفائی کی اور اپنا قمیص مبارک پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کر دیا مگر ایک سوراخ کھلا رہ گیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ تشریف لائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گود میں اپنا سر اقدس رکھ کر آرام فرمائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھلے سوراخ پر اپنا قدم مبارک رکھ دیا۔

اس سوراخ سے ایک زہریلا سانپ جو ہزار سال سے زیارت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق میں غار میں انتظار کر رہا تھا دیدار کے لیے جب کوئی راستہ نہ رہا تو وہ بار بار آپ کو ڈستا گیا مگر آپ جنبش تک نہیں کئے کہ کہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑ جائے۔ مگر شدت تکلیف کی وجہ سے بے

اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ جب آنسوؤں کے چند قطرات سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ انور پر نثار ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چشمان مبارکہ کھولیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو رواں دیکھ کر فرمایا! ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کیا حضور مجھے سانپ نے ڈس لیا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعاب مبارک زخم پر لگا دیا فوراً سارا درد جاتا رہا۔ تین دن تک سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی غار میں رونق افروز رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت حاضر ہوتے اور مکہ مکرمہ کے احوال اور قریش کی تدابیر اور منصوبوں کے بارے میں خبر لاتے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے ہوئے غار کے پاس دو بکریاں لے کر حاضر ہو جاتے اور دونوں حضرات کو دودھ پیش فرما کر واپس چلے جاتے۔

کفار مکہ رات بھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاشانۂ اقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ صبح جب اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔ فوراً ہر طرف چھان بین شروع کر دی، مکہ مکرمہ کے اطراف واکناف تمام علاقوں میں تلاش کرتے رہے چاروں طرف قاصدین کو روانہ کر دیا، قدم مبارک کے نشان سے اندازہ کرتے ہوئے آخر کار غار ثور تک پہنچ گئے۔ کفار کے قدموں کی آہٹ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن ہمارے بالکل قریب آ چکے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سکون وطمانیت سے لبریز جواب عنایت فرمایا، غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدائے تعالیٰ نے حفاظت کا ایسا انتظام کیا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تان دیا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے دیئے۔ یہ دیکھ کر کفار سمجھے کہ برسہا برس سے اس غار میں کوئی نہیں آیا اور وہاں سے مایوس لوٹ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک اُسی غار میں تشریف فرما رہے اور چوتھے دن یکم ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

<u>ام معبد رضی اللہ عنہا کی ضیافت، دست مبارک کی برکت:</u> جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام قدید پہنچے تو

آپ کا گزر ام معبد بنت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ پر ہوا۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا ایک ضعیف خاتون تھیں وہ آنے جانے والے مسافروں کو کھانا وغیرہ کھلاتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمہ کی جانب ایک بہت ہی کمزور ولاغر بکری ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا اے ام معبد! کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے؟ عرض کیا کہ یہ بہت ہی کمزور ہے دودھ نہیں دیتی۔ سرکار نے فرمایا کیا تم اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ ام معبد رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، اگر وہ دودھ دیتی ہے تو ضرور لیجئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بسم اللہ'' پڑھ کر جیسے ہی اپنا دست اقدس بکری پر رکھا فوراً اس کا تھن دودھ سے بھر گیا اور اتنا دودھ دوہا کہ سارے لوگ سیر ہوکر پیئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد مشرف بہ اسلام ہوگئیں شام کو ان کے خاوند تشریف لائے انھوں نے جب اس معجزہ کی شان اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل مبارک سنے تو کلمۂ شہادت پڑھ کر وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب سخت قحط سالی تھی تمام جانوروں کے تھن خشک ہو چکے تھے ایسے وقت بھی یہ بکری سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پاک کی برکت سے روزانہ صبح وشام دودھ دیا کرتی تھی۔ (زرقانی۔ ج ۲۔ ص ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ نے زمین کو بھی سرکار کے تابع فرمان بنادیا: مکہ مکرمہ میں یہ اعلان ہوا کہ جو کوئی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لائے گا اسے ایک سو (100) اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ انعام کی لالچ میں لوگ تلاش کے لیے نکلے۔

اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد رضی اللہ عنہا کے مکان سے روانہ ہوئے کہ اچانک سراقہ بن مالک برق رفتار گھوڑے پر آپہنچے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار پیچھے مڑکر دیکھتے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب التفات ہی نہیں فرماتے۔ یہاں تک کہ سراقہ بن مالک نے قریب پہنچ کر حملہ کرنا چاہا فوراً ٹھوکر کھا کر گر گئے پھر وہ دوبارہ حملہ کی نیت سے آگے بڑھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھریلی زمین کو حکم فرمایا: اے زمین اسے پکڑ لے! فوراً گھوڑے کے بازو گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھ کر سراقہ بن مالک نے بہت ہی خوف زدہ ہو کر بڑی ہی عاجزی کے ساتھ امان طلب کی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے فرمایا کہ اے زمین اسے چھوڑ دے۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پروانۂ امن لے کر مکہ واپس لوٹ آئے اور راستہ میں جو کوئی ملتا اسے یہ کہہ کر واپس بھیج دیتے کہ میں اس جانب کافی ڈھونڈ چکا وہ لوگ اس طرف نہیں ہیں۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ جنگ حنین کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور صحابہ کرام کی نورانی جماعت میں داخل ہو گئے۔ مرقوم الصدر واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مختار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا کسی مجبوری کے تحت نہ تھا۔

☆ <u>قباء شریف میں قیام اور مسجد شریف کی تعمیر:</u> بارہ ربیع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام قباء تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یہیں آ پہنچے، اسی مقام پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مسجد قباء کی بنیاد رکھی جو آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اس مسجد کی تعمیر میں حضرات صحابہ کرام کے ساتھ وزنی پتھر اٹھا کر لاتے' صحابہ کرام عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُسے چھوڑ دیں ہم اٹھا لیں گے تو فرماتے تم ایسا کوئی اور پتھر اٹھا لو اور خود ہی اپنے دست مبارک سے اس کو عمارت میں لگاتے جاتے۔

<u>مسجد جمعہ:</u> قباء میں چودہ دن قیام کے بعد بروز جمعہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور راستہ میں قبیلہ بنو سالم کی مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ جو آج تک مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے۔

☆ <u>سنہ 1 ہجری کی کچھ اہم جھلکیاں:</u>

1) تعمیر مسجد قباء شریف

2) تعمیر مسجد نبوی شریف

3) حجراتِ امہات المؤمنین کی تعمیر

4) حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

5) ابتدائے اذان

6) ''مواخات'' انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی بندی

7) یہودیوں سے معاہدہ

8) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

9) حضرت کلثوم بن ہدم، حضرت براء بن معرور، حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہم کی وفات

10) عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ کی موت

11) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت

2ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) تحویل قبلہ

2) معرکۂ بدر

3) رؤساء قریش ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، عتبہ وشیبہ کی ہلاکت

4) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے عقد نکاح

5) روزہ کی فرضیت

6) زکوٰۃ کی فرضیت

7) درود شریف کا حکم

8) نماز عیدین وصدقہ فطر کا حکم

3ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) معرکہ احد

2) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

3) ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے عقد نکاح

4) ولادت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

5) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عقد نکاح

6) میراث کے احکام کا نزول

4ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت

2) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عقد مبارک

3) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کے لئے حکم

4) مولائے کائنات حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک

5) ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک

6) شراب کی حرمت کا حکم

5ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح

2) حجاب کا حکم

3) آیت تیمّم کا نزول

4) حکم صلوۃ خوف

5) غزوۂ خندق

6) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا عقد مبارک

7) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلامی کی زنجیروں سے آزاد

6ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) بیعت رضوان

2) صلح حدیبیہ

3) بادشاہوں کے نام خطوط مبارکہ

7ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) غزوہ خیبر

2) ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

3) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا عقد مبارک

4) عمرۃ القضاء

8ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت

2) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا۔

3) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال

4) فتح مکہ فتح مبین

5) عمرہ جعرّانہ

6) غزوہ حنین

9ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:

1) غزوہ تبوک

2) منافقوں کی مسجد ضرار کا انہدام

3) زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین کا تقرر

4) سود کی حرمت اور جزیہ کے نفاذ کا حکم

5) شاہِ حبش اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال

6) رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی موت

<u>**10ھ کی کچھ اہم جھلکیاں:**</u>

1) نجران کی جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سفر ہے

2) حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ کی یمن کی طرف روانگی

3) شہزادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال

4) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مع لشکر یمن کی طرف روانگی

5) حجۃ الوداع

6) جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

ہجرت کا پہلا سال

☆<u>**مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری:**</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں چودہ دن قیام فرمایا اس دوران مسجد قباء تعمیر فرما کر جمعہ کے دن قباء سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔(سبل الھدی والرشاد۔ج۳۔ص ۲۳۱) راستہ میں قبیلہ بنی سالم کی مسجد میں پہلا جمعہ ادا فرمایا یہ مسجد مسجد الجمعۃ کے نام سے مشہور ہوئی، اہل مدینہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے عالم شوق میں بے چین و مضطرب تھے، قباء شریف سے شہر مدینہ منورہ تک دورویہ صف بستہ چلنے لگے اور مدینہ کی گلیوں اور راستوں میں پلکیں بچھائے ہوئے استقبال کرنے لگے۔ پردہ نشین خواتین مکانات کی چھتوں پر ٹھہری تکنے لگیں، اہل مدینہ رخ انور کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے بہرہ ور ہوئے جس سے چاند وسورج بھی روشنی حاصل کرتے ہیں، لڑکیاں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ اشعار گنگنانے لگیں ؎

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

وجب الشكر   مادعاللّٰه داع

علينا

ایھا المبعوث   جئت بالامر

فینا   المطاع

(سیرت حلبیہ ج ۲

ص ۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب مبارک اونٹنی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازہ کے پاس تشریف فرما ہوئی تو بنی نجار قبیلہ کی بچیاں کمال محبت و جوش مسرت میں جھوم جھوم کر اور دف بجا بجا کر یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

نحن جوار من بنی النجار   یا حبذا محمد من جار

ہم قبیلہ بنونجار کی بچیاں ہیں، خوشا نصیب کہ ہمیں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت ومعیت نصیب ہوئی ۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بے انتہاء خوش ہو کر ازراہ کرم فرمائی اُن سے فرمایا: اے عزیز بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ تو بچیوں نے بیک زبان عرض کیا! جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے قلب میں بھی تمہاری محبت ہے۔(زرقانی علی المواھب۔ج ا ۔ص۱۶۹)

آپ کی آمد کے ساتھ ہی مدینہ منورہ بقعہ نور بن گیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس روز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی مدینہ منورہ کی ہر چیز چمک رہی تھی ۔(جامع ترمذی شریف ۔ج ۲۔ ص۲۰۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے دن جو انوار وتجلیات ظاہر ہوئے اور جو فرحت ومسرت حاصل ہوئی نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی تھی اور نہ

اس کے بعد کبھی ہوئی۔(سیرت حلبیہ۔ج ۲۔ص ۵۴)

تمام انصاری صحابہ کرام میں ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ نیازِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کمالِ ادب سے عرض گذار ہوتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! منتہائے آرزو یہی ہے کہ آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں اور خدمت کا شرف عطا فرمائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعاؤں سے نوازتے اور ارشاد فرماتے: اس اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، میری یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر مامور ہے۔ چنانچہ وہ مبارک اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی۔(سیرت حلبیہ۔ج ۲۔ص ۶۰/۶۱) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کو پسند فرمایا، ان کی قسمت کا ستارہ ثریا سے بلند اور چاند وسورج سے زیادہ روشن وتابناک ہوگیا کہ ان کے مکان کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف نزول بخشا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ بالاخانہ میں قیام فرمائیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی آمدورفت کے پیش نظر نیچے کی منزل میں قیام کو پسند فرمایا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے کی وجہ سے اوپر کی منزل میں چلے گئے، ایک مرتبہ اوپر کی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا، سردی کا موسم تھا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس لحاف کے علاوہ کوئی اور چادر نہیں تھی اور نہ کوئی کپڑا تھا' اُنہوں نے اسی لحاف میں پانی جذب کیا اور پانی کو نیچے گرنے سے روک لیا کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زحمت نہ ہو۔ ساری رات سردی کے عالم میں کانپتے ہوئے گزار دی لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے گرنے نہ دیا۔(سیرت ابن ہشام۔ج)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ بالاخانہ میں تشریف فرما ہوں ہمارا دل گوارا نہیں کرسکتا کہ ہم اوپر کی منزل میں ہوں، ان کے پیہم معروضہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں منتقل ہوگئے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مع اہل وعیال نیچے رہنے لگے۔(سیرت حلبیہ۔ج ۲۔ص ۸۰/۸۱، مسند احمد ج ۶۔ص ۵۸۴۔ حدیث نمبر۔ ۲۳۱۸۵)

☆<u>مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری جس مقام پر بیٹھ گئی تھی وہ ایک کھلا میدان تھا جہاں لوگ کھجور سُکھایا کرتے تھے وہ زمین بنونجار قبیلہ کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بچوں سے زمین خریدنے کے لئے گفتگو فرمائی، دونوں نے عرض کیا! ہم آپ کی خدمت اقدس میں یہ زمین بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عوض قبول نہیں فرمایا (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۳۔ ص ۳۳۵) اور جگہ کی قیمت دس دینار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا فرمائی۔ (سیرت حلبیہ۔ ج ۲۔ ص ۶۵) اسی مقام پر مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور تعمیر میں صحابہ کرام کے ساتھ شریک رہے۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۳۔ ص ۳۳۶) تعمیر کے دوران تمام صحابہ کرام پر ایک والہانہ جذبہ اور عشق و محبت کی عجیب حالت طاری تھی، تمام صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لاتے تھے لیکن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اُٹھاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں دوہرے اجر کی خوشخبری اور شہادت کی پیشن گوئی دی' ارشاد فرمایا: اے سمیہ کے صاحبزادے! لوگوں کے لئے ایک ایک اجر ہے اور تمہارے لئے دو اجر ہیں اور تم آخری مرتبہ دودھ نوش کرو گے، تمہیں ایک باغی جماعت شہید کرے گی۔ تم انہیں جنت کی دعوت دو گے اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۳۔ ص ۳۳۷)

ان ایمانی جذبات و روحانی کیفیات میں مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوئی۔ مسجد نبوی کی دیواریں کچی اینٹوں سے، ستون کھجور کے تنوں سے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی۔ مسجد نبوی سے متصل امہات المؤمنین کے حجرے بنائے گئے، اس وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنھا نکاح میں تھیں اس لئے صرف دو حجرے تعمیر کئے گئے، پھر حسب ضرورت دیگر امہات المؤمنین کے حجرے بنائے گئے۔ ان مبارک حجروں میں بعض کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے تھے جن پر مٹی لیپی گئی تھی اور بعض پتھر سے بنائے گئے ان سب کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۳۔ ص ۶۷) ان مبارک حجروں کے دروازوں پر کمبل یا ٹاٹ کا پردہ رہتا۔

مدینہ منورہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے سے قبل وباؤں اور بلاؤں کا شہر یثرب کہلاتا تھا۔ سرکار کے مبارک قدمین کی نسبت سے طیبہ اور طابۃ بن گیا۔ حضور علیہ السلام نے دعاء فرمائی اے اللہ مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے جیسا کہ تو نے مکہ کو ہمارا محبوب شہر بنایا ہے بلکہ مدینہ کی محبت اس سے بڑھ کر عطا فرما۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۲۵۳) اس لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دعا فرماتے تھے اے اللہ مجھ کو اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک میں موت نصیب فرما۔ (بخاری شریف ج ۱، ص ۲۵۳)

<u>مہاجرین وانصار کے درمیان عقد مواخات:</u> جو صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ چکے تھے، نہ اُن کا گھر بار تھا نہ اہل وعیال، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں طلب فرمایا اور انصار سے خطاب کر کے فرمایا: اے انصار! یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں، انصار اور مہاجرین میں سے دو دو صحابہ کو بلاتے اور ارشاد فرماتے یہ مہاجر تمہارے بھائی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواخات و بھائی چارگی قائم فرمانے کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان حقیقی رشتہ سے زیادہ گہرا اور پختہ تعلق ہو گیا، انصار نے بھائی چارگی کا حق ادا کیا اور اخوت و بھائی چارگی، ایثار وقربانی کی ایسی مثال قائم کی کہ تاریخ انسانیت میں اس کی نظیر نہیں ملتی، انصاری صحابی اپنے گھر کا سارا ساز وسامان اور مال و متاع اپنے مہاجر بھائی کے سامنے رکھتے، اپنی تمام جائیداد پیش کرتے اور کہتے کہ ان سب میں آدھا آپ کا ہے اور آدھا میرا ہے، کسی انصاری صحابی کے پاس دو بیویاں ہوتیں تو اپنے مہاجر بھائی سے کہتے میری دو بیویاں ہیں، آپ جسے پسند کریں گے میں اُسے طلاق دے دوں گا، ختم عدت کے بعد آپ اُس سے نکاح کر لیں، مہاجر صحابہ نے انصار کی اس قربانی کی تحسین کی، اُن کی پیشکش پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہمیں صرف یہ بتادو کہ بازار کا راستہ کونسا ہے، پھر وہ بازار جا کر خرید وفروخت کرنے لگے، اس طرح تجارت کرتے کرتے اُنھوں نے خود اپنا گھر بسایا۔ (سیرت حلبیہ۔ ج ۲۔ ص ۹۱/۹۰)

<u>اذان کی ابتداء:</u> ابتدائے اسلام میں جب نماز کا وقت آتا تو لوگ خود بخود مسجد میں جمع ہو جاتے تھے، لوگوں

کونماز کی اطلاع دینے کا اب تک کوئی طریقہ نہیں تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا، کسی نے ناقوس استعمال کرنے کے بارے میں عرض کیا اور کسی نے بگل بجانے کے بارے میں، ناقوس نصاریٰ کا طریقہ تھا اور بگل یہودیوں کا، یہود و نصاریٰ سے مشابہت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں طریقوں کو پسند نہیں فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نماز کے وقت کوئی شخص مسلمانوں کی آبادیوں میں جاکر نماز کا اعلان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ نمازوں کے وقت ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کہہ کر نماز کا اعلان کریں۔ چنانچہ اس طرح نماز کا اعلان ہوتا رہا۔ (جامع ترمذی شریف۔ ج ۱۔ ص ۴۸)

ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہٗ نے خواب دیکھا کہ کوئی اذان کے الفاظ کہہ رہا ہے، اُنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنا خواب ذکر کیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچا خواب ہے، اسی اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی چادر کھینچتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بھی اسی طرح خواب دیکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات کہتے جاؤ تاکہ وہ ان کلمات کے ساتھ اذان کہیں کیونکہ وہ بلند آواز ہیں۔ (جامع ترمذی شریف۔ ج ۱۔ ص ۴۸)

<u>یہودیوں سے معاہدہ:</u> مدینہ منورہ میں انصار کے دو بڑے قبیلہ تھے اوس اور خزرج، ان کے علاوہ یہود کے قبیلے بنونضیر بنوقریظہ اور بنوقینقاع بھی آباد تھے۔ ہجرت سے قبل یہودیوں کی چالبازیوں کی وجہ اوس وخزرج آپس میں لڑتے تھے، اس باہمی قتل وجدال نے انہیں انتہائی کمزور کردیا تھا، ان جنگوں میں یہود اپنی مکروہ سیاست سے کبھی خزرج کے خلاف اوس کا ساتھ دیتے اور کبھی اوس کے خلاف خزرج کی مدد کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس وخزرج اور یہودیوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ ختم کرنے فتنوں کا سدباب کرنے اور مدینہ طیبہ میں امن وسلامتی قائم کرنے کے لئے انصار اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ لیا، یہود اس معاہدہ پر راضی ہوئے، جن باتوں کا معاہدہ کیا گیا تھا وہ یہ ہیں:

1) خون بہا یعنی جان کے بدلہ جو مال دیا جاتا ہے اور فدیہ یعنی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے جو مال دیا جاتا ہے کا طریقہ حسب سابق قائم رہے گا۔

2) ہر ایک کو مذہبی آزادی کا حق ہوگا۔

3) ہر دو فریق ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کریں گے۔

4) مدینہ طیبہ پر بیرون سے حملہ ہو تو دونوں مل کر دفاع کریں گے۔

☆ ہجرت کا دوسرا سال

غزوہ بدر: بدر ایک قریہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً اسّی (80) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ہجرت کے دوسرے سال، 12/رمضان المبارک بروز ہفتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، امن عالم اور تحفظ انسانیت کیلئے کوچ کئے ہوئے اس قافلہ کے ساتھ صرف ایک (1) گھوڑا اور اسّی (80) اونٹ تھے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیادہ تھے۔

☆**انسانی مساوات کا بہترین نمونہ:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر تین صحابہ کے لئے ایک اونٹ مقرر فرمایا جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں باری باری سوار ہونے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری مبارک کو بھی اپنے لئے خاص نہیں فرمایا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ساری انسانیت کیلئے ایک بہترین نمونہ ہے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات انسانی کا ایک عظیم درس دیا کہ آپ نے اپنی سواری مبارک کے لئے بھی باری باری سوار ہونے کی تجویز فرمائی جیسا کہ دیگر سواریوں کے متعلق حکم فرمایا۔ کیوں کہ اس نورانی قافلہ کی روانگی کا مقصد ہی یہی تھا کہ باطل کی ہٹ دھرمی، گمراہی وحق تلفی ختم کی جائے اور عدل وانصاف اور مساوات انسانی کا پیغام عام کیا جائے، باطل پرستوں نے جنگ کیلئے تمام اسلحہ فراہم کیا اور مسلح ہوکر میدان بدر پہنچے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں بڑے عجز و نیاز سے دعا کی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:

یاد کرو جب تم فریاد کررہے تھے تو اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہاری فریاد سن لی (اور یہ ارشاد فرمایا) یقیناً میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ مدد کروں گا جو پے در پے آنے والے ہیں۔ (الانفال:۹)

پھر اس معرکہ حق و باطل کا آغاز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا اور باطل کو شکست و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ باطل پرستوں میں (70) افراد مارے گئے اور ۷۰ قیدی بنالئے گئے۔

باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے چودہ (14) صحابہ کرام کو شہادت نصیب ہوئی۔ جب اللہ عزوجل نے اہل اسلام کے کاروان امن کو فتح و نصرت عطا فرمائی تو قرب و جوار کی تمام باطل طاقتیں پست ہمت ہوگئیں۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا بے مثال نمونہ: میدان بدر میں پکڑے گئے قیدیوں کو جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان کے

قیام وطعام کا انتظام فرمایا اور ان قیدیوں کو اپنے وفاء شعار صحابہ کرام میں بانٹ دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ ان قیدیوں کا مکمل خیال رکھا جائے حسب استطاعت ان کے آرام اور قیام وطعام کا انتظام کیا جائے۔ ابوعزیز (رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے) نامی ایک قیدی کا بیان ہے کہ جب مجھے مدینہ منورہ میں ایک انصاری صحابی کے حوالہ کیا گیا تو میں نے حسن سلوک کی ایک عظیم مثال دیکھی کہ انصاری صحابی کے گھر والے کھجوروں کے کچھ حصہ پر اکتفاء کرتے اور حضور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش نظر مجھے روٹی کھلاتے، میں انہیں روٹی تناول کرنے کے لئے اصرار کرتا لیکن وہ ہرگز روٹی تناول نہ کرتے۔ بعد میں اُن کو فدیہ کے بدلہ رہا کروالیا گیا۔ اسلام کی عظمت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت وعنایت اور آپ کے پیکر اطاعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر وہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

آج کل اسلام کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے کہ مذہب اسلام ایک سخت اور پرتشدد مذہب ہے لیکن بدر کے قیدیوں کے ساتھ جو حسن معاملہ کیا گیا اگر دنیا اس پر غور کرلے تو مذہب اسلام کی امن پسندی عدل وانصاف اور مساوات انسانی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی اور اسلام کے تعلق سے کئے گئے شکوک وشبہات یکسر ختم ہوجائیں گے

مذہب اسلام اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانیت کے ساتھ کئے گئے عفو ودرگذر رحمت والفت کے منجملہ یہ ہے کہ جب جنگ بدر کے قیدیوں کو بحفاظت وسلامت فدیہ کے عوض چھوڑ دیا گیا اور ان کے ساتھ اتنا بہترین حسن سلوک کیا گیا جس سے متاثر ہوکر اور اسلام کی صداقت وحقانیت جان کر وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور جو قیدی فدیہ دینے سے عاجز تھے ان سے کہا گیا کہ ان کے پاس جو علوم وفنون ہیں اسے اوروں کو سکھلائیں اس کے بدلے انہیں رہا کردیا جائے گا انہوں نے جب غیر تعلیم یافتہ وغیر ہنرمند افراد کو زیور تعلیم اور اپنے پاس موجود ہنر سے آراستہ کردیا تو انہیں باعزت رہا کردیا گیا۔

<u>''جس کی جو مرنے کی جا ٹھہراتے وہ مرتا وہیں''</u>: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و

آخرین کے تمام علوم عطاء فرمائے کہ آپ کی نگاہ اقدس سے گذشتہ زمانہ میں اور حال و مستقبل میں پیش آنے والے تمام حوادث و واقعات، احوال و کیفیات کوئی چیز مخفی نہیں۔اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی ارشاد فرمایا کہ قسم بخدا میں اس وقت بھی بدر کے مقتولوں کی جائے قتل دیکھ رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو زمین پر رکھ کر ارشاد فرمایا یہ فلاں شخص کے ہلاکت کی جگہ ہے یہ فلاں شخص کے ہلاکت کی جگہ ہے۔راوی کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مرنے کی جس جگہ نشاندہی فرمائی تھی کسی کی نعش اس جگہ سے تھوڑی بھی تجاوز نہیں کی۔(صحیح مسلم شریف ج ۲۔ص ۱۰۲، زرقانی علی المواھب۔ج ۲۔ص ۳۰۴)

اجازت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر واپس نہ آنا: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمہ اللہ نے ابن سعد اور ابو شیخ کے حوالہ سے تفسیر مظہری میں حدیث پاک ذکر فرمائی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام سرخ گھوڑی پر سوار جنگی لباس پہنے ہوئے نیزہ ہاتھ میں لئے حاضر ہوئے اور عرض کئے ائے پیکر حمد وثنا اور لائق ہر ستائش وخوبی حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ میں آپ کے پاس سے اس وقت تک نہ جاؤں جب تک آپ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں کیا حضور آپ مجھ سے راضی ہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہاں میں راضی ہوں'' تب جبرئیل علیہ السلام واپس ہوئے۔

☆ **روزہ کی فرضیت کا حکم:** روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے:

ہجرت کے دوسرے سال ماہ شعبان المعظم میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۳ میں ارشاد ربانی ہے **یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** اے لوگو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

سورہ بقرہ کی ایک اور آیت مبارکہ میں ہے۔شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینٰت من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (سورۃ البقرہ۔۱۸۵) رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے والی روشن دلیلیں ہیں۔تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزہ رکھے۔

دین اسلام کے ہر حکم میں انسان کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت مندی اور کئی فوائد مضمر ہوتے ہیں

۔

<u>روزہ کے فوائد:</u> روزہ جہاں اخروی لحاظ سے باعث اجر و ثواب ہے وہیں روزہ کے طبی معاشرتی و اجتماعی فوائد بھی ہیں۔

<u>معاشرتی فوائد:</u> روزہ کے معاشرتی و اجتماعی من جملہ فوائد کے ایک یہ ہے جب معاشرے کے مالدار افراد روزہ رہ کر بھوک و پیاس کی سختی کو برداشت کریں گے تو انہیں بھوک و پیاس کی شدت کا احساس ہوگا اس طرح وہ محتاج، تنگ دست افراد کی ضرورت کو سمجھ سکیں گے اور ان کی طرف دست تعاون دراز کریں گے اس طرح معاشرہ اخوت و بھائی چارگی کا گھوارہ بن جائے گا۔

<u>طبی فوائد:</u> طبی لحاظ سے روزہ کے کئی فوائد ہیں۔باضابطہ روزہ رکھنے سے انسانی صحت ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ طبی ماہرین کا بیان ہے کہ معدہ کو طویل وقت تک غذا سے خالی رکھنا جسمانی کئی امراض کا علاج ہے اسی طرح بھوک کی وجہ سے معدہ کے فاسد مادے زائل ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں روزہ انسان کو درپیش ہونے والے کئی امراض کا موثر ذریعہ علاج ہے۔بلڈ پریشر، نظام ہاضمہ، شوگر اور اس جیسے کئی عوارض جسمانیہ کی روک تھام کیلئے بے حد مفید ہے۔

<u>تحویل قبلہ 2ھ ماہ رجب:</u> تمام عبادات میں نماز عظیم ترین عبادت ہے۔جس کا ادا کرنا ہر بندۂ مومن پر فرض ہے۔جس طرح نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جائے اسی طرح باطن پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں باجماعت نماز ادا کرنے کا سب سے بڑا ظاہری فائدہ اتحاد و اتفاق ہے اور نماز میں اتحاد کے

لئے ضروری ہے کہ کوئی جہت وسمت من جانب اللہ متعین ہو۔جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں قیام فرما رہے کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے لیکن ہجرت کے بعد آپ بحکم خدا بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا فرمائیں۔(صحیح بخاری شریف۔ج ۱۔ص ۵۷) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا فرمائیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جائے اکثر آپ وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف چہرہ مبارک اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے۔

حضور نبی مکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات میں سب سے افضل ترین ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں آپ کا وہ مقام ومرتبہ ہے کہ جو آپ کی رضا ہوتی ہے وہی خالق کائنات کی رضا ہوتی ہے۔

آپ کی خواہش کے مطابق کعبہ شریف کو مسلمانوں کا قبلہ بنادیا گیا کیوں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے تعمیر فرمایا تھا اور یہ عرب کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا مؤثر ذریعہ تھا لہٰذا اللہ عزوجل نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب خواہش ومرضی نماز میں کعبہ شریف کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ نصف رجب بروز دوشنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر کی امامت فرمارہے تھے کہ عین حالت نماز میں وحی الٰہی آئی کہ آپ اپنا رخ انور کعبۃ اللہ کی جانب کرلیں، جیسا کہ ارشاد پاک ہے **قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا** ہم بار بار آپ کے چہرہ انور کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے فرماتے ہیں جس کو آپ پسند فرماتے ہیں۔(سورۃ البقرہ۔۱۴۴) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ نماز ہی میں اپنا رخ انور بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی جانب کرلیا اور تمام مقتدیوں نے بھی بحالت نماز آپ کی اتباع میں کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کرلیا چونکہ اس مسجد میں ایک ہی نماز دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی اس لئے اس کو مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔(زرقانی علی المواہب۔ج ۲۔ص ۲۴۲/۲۴۹)

عید الفطر اور صدقہ عید الفطر: دین اسلام نے خوشی و مسرت کے مواقع مقرر فرمائے تا کہ انسانی معاشرہ خوش حالی کی زندگی بسر کرے۔

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک میں روزہ کا حکم نازل کیا گیا اور ماہ رمضان کے اختتام پر یکم شوال کو عید منانے کا حکم فرمایا گیا۔اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔**قل بفضل اللّٰه و بر حمته فبذلک فليفر حوا هو خير مما يجمعون** اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کریں (سورہ یونس : ۵۸) اور ارشاد مبارک ہے **و لتكملوا العدة و لتكبروا اللّٰه على ما هداكم و لعلكم تشكرون** (سورۃ البقرۃ۔۱۸۵)اور تا کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرلو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور تا کہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

اور عید کے موقع پر صدقہ فطر ادا کرنا مالدار صاحب نصاب شخص پر واجب کیا گیا چونکہ معاشرہ کے غریب و نادار افراد اپنی تنگ دستی ومحتاجی کی بناء عید کے وقت فرحت و مسرت سے بہرہ ورنہیں ہو پاتے اسی لئے مالدار و متمول افراد کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان بہجت و مسرت والے لمحات میں ان تنگ دست افراد کو بھی اپنی خوشیوں میں شریک کرلیں اور اسلام کے پیغام الفت ومحبت کو عام کریں۔اسی لئے عید الفطر کے موقعہ پر مالدار افراد پر غریبوں کے لئے اللہ کی رضا کی خاطر صدقہ ادا کرنا واجب ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت: زکوٰۃ دین اسلام کا ایک مہتم بالشان رکن ہے۔اسلام میں نماز کے بعد اسی رکن کی تاکید وارد ہے۔زکوٰۃ ادا کرنے والوں کیلئے بڑے اجر وثواب کی بشارت ہے۔اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو معاشرہ کے تمام طبقات کو خوشحالی وسعادت مندی کی ضمانت دیتا ہے۔

اسلام کے نظام زکوٰۃ کی افادیت: حکم زکوٰۃ پر عمل کرنے سے جہاں زکوٰۃ دینے والے شخص کے مال میں

برکت ہوتی ہے وہیں زکوٰۃ حاصل کرنے والے غریب ونادار افراد کی حاجت براری ہوتی ہے۔آج دنیا سے غربت کا خاتمہ کرنے اور محتاج ومفلوک الحال لوگوں کی فلاح و بہبود کیلئے مختلف طریقے بتائے جاتے ہیں اور ان پرعمل کرنے کی بات کہی جاتی ہےلیکن آج ساری دنیا اگر اسلام کے اس مبارک نظامِ زکوٰۃ کی حقیقت، اہمیت وافادیت سمجھ لے اور اس پرعمل پیرا ہوجائے تو دنیا سے غربت، بدحالی وپسماندگی کا ضرور خاتمہ ہوجائے گا۔تنگ دست لوگ خوشحال بن کر زندگی گذار سکیں گے اور معاشرہ میں فقرومحتاجی کے سبب پیدا ہونے والے جرائم کا سدباب ہوسکے گا۔

نظام زکوٰۃ کا طریقہ کار: زکوۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں صاحب نصاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ حاجتمند افراد کو سال میں ایک مرتبہ اپنے مال کے۴۰ ویں حصہ کا مالک بنادے ۔ (یعنی جس کے پاس بنیادی ضرورت کے علاوہ 60 گرام 755 ملی گرام سونا یا 425 گرام 285 ملی گرام چاندی یا اس کے بقدر نقد رقم یا سامانِ تجارت ہوتو اس پر سال گذرنے کے بعد چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرنا لازم وفرض ہے) اسلام کا یہ اہم رکن 2 ہجری میں فرض کیا گیا۔

☆ ہجرت کا تیسرا سال

غزوۂ احد: غزوۂ احد 3ھ میں واقع ہوا۔احد مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ۔ (صحیح بخاری شریف ۔ ج ۲۔ص ۵۸۵) ایک مرتبہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط مسرت سے جھومنے لگا، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک مار کر اس سے فرمایا اے احد! ٹھم جا تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری شریف ۔ ج ۱۔ص ۵۲۱) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی برکت سے اس ارشاد مبارک کو سن کر اسے قرار مل گیا۔ یہ معرکۂ حق وباطل اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہوا۔مسلمانوں کے اس کاروان حق کی تعداد سات سو تھی جس

میں صرف سوصحابہ کرام رضی اللہ عنہم زرہ پوش تھے،اورقریش کالشکر تین ہزارافراد پر مشتمل تھا جن میں سات سوافرادزرہ پوش تھے۔حق وصداقت کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعدادستر 70 تھی جبکہ باطل پرستوں کے 30افراد جہنم رسید ہوئے۔

<u>سیدالشہداءحضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ:</u> سیدالشہداءحضرت امیرحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان ہیں۔ جنگ احد میں حضرت امیرحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شجاعت و جواں مردی کے ساتھ اہل مکہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ ہند بنت عتبہ کے وحشی نامی ایک حبشی غلام جو ماہر نشانہ باز تھے(اورابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) سے ہندہ نے کہا اگرتم جنگ میں امیرحمزہ رضی اللہ عنہ کوشہید کردوتو تمہیں آزاد کردیا جائے گا وہ حضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہ کا مسلسل تعاقب کررہے تھےاور موقع کی تلاش میں تھے کہ جیسا ہی موقع ملےحضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہ پرنشانہ لگائیں گے۔وہ ایک مقام پرچھپ کربیٹھ گئے جب آپ مقابلہ کرتے ہوئے ان کےقریب سے گذرے تو انھوں نے چھپ کرآپ رضی اللہ عنہ پرایک نیزہ سے وارکیا جوحضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف مبارک سے ہوکر پشت مبارک سے نکل گیا۔ اورحضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔پھرہندہ نے حضرت امیرحمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کی بےحرمتی کی اورآپ کاشکم مبارک چاک کرکےاس سے جگرکونکالا اور چبا کرنگلنا چاہا لیکن وہ نگل نہ سکی۔بعدمیں وحشی اورہندہ کونعمت اسلام سے سرفرازی ہوگئی رضی اللہ عنہما۔

<u>حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:</u> حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں باطل پرستوں سے اپنے ایمانی جذبہ کےساتھ مقابلہ فرماتے ہوئےقریش کے وسط لشکرمیں جاپہنچےاورقریش کے سردارابوسفیان کا کام تمام کرنے والے ہی تھے کہ پیچھے سے ان پرشداد نامی بدبخت نے وارکردیااورآپ رضی اللہ عنہ شہادت عظمیٰ کےشرف سے بہرہ مند ہوگئے جب میدان جنگ تھم گیاتو حضورنبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے متعلق ارشادفرمایافرشتے حنظلہ کوغسل دے رہے ہیں۔حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی شب اپنی زوجہ محترمہ کےساتھ تھے جب جنگ کا اعلان ہواتو آپ نےغسل کرنے کے وقت کی بھی تاخیر

گوارہ نہ کی اسی حالت میں جنگ کے لیے نکل پڑے اور شہید کر دیئے گئے ۔فرشتوں نے آپ کو غسل دیا۔ اسی وجہ سے آپ کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔

<u>حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت</u>: اہل اسلام کا پرچم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا ایک دشمن آپ پر اچانک حملہ آور ہوا اور آپ کے دائیں ہاتھ پر اس طرح وار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا دایاں ہاتھ شہید ہو گیا تو آپ نے فوراً اپنے دوسرے ہاتھ سے پرچم اسلام کو تھام لیا پھر اس بد بخت نے آپ کے بائیں ہاتھ پر اسی انداز سے ضرب لگائی جس سے آپ کا یہ ہاتھ بھی جدا ہو گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے عظیم پرچم کو اپنے سینے سے لگا لیا اور باآواز بلند آیت شریفہ پڑھی **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل** پھر آپ رضی اللہ عنہ پر تیر سے وار کیا گیا اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

<u>انصاری صحابیہ کا جذبہ ایمانی</u>: منافقوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہونے کی غلط افواہ پھیلا دی تو ایک انصاری صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ پاک سے احد کی طرف نکل پڑیں راستہ میں ان کے والد کے شہید ہونے کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا پہلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے واقف ہونا چاہتی ہوں پھر آپ رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر اور بھائی کی شہادت کی خبر دی گئی ہر بار وہ یہی دریافت کرتی رہیں کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس حالت میں ہیں جب انہیں یہ بتلایا گیا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و عافیت ہیں تو عرض کرنے لگیں مجھے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے دو جب دیدار پرانوار کی سعادت حاصل ہوئی تو انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے۔

<u>آنکھ پہلے سے زیادہ روشن ہوگئی</u>: جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگ گئی جس کی وجہ سے آپ کی آنکھ باہر آ گئی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فوراً آنکھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کرنے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے قتادہ! اگر تم چاہو تو صبر کرلو جنت تمہارے لئے ہے اور اگر تم چاہو تو آنکھ لوٹا دوں گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً جنت بڑی جزا اور عظیم عطاء ہے۔ سرکار ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ آپ آنکھ بھی لوٹا دیں اور جنت بھی عطا فرمائیں۔

سرکار نے فرمایا ٹھیک ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست کرم سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھ دی پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن و منور ہوگئی اور سرکار نے ان کے لئے جنت کی دعا بھی فرمادی۔ (زرقانی علی المواہب۔ ج ۲۔ ص ۴۳۲)

امام واقدی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی کبرسنی میں بھی اس آنکھ میں دوسری آنکھ کی بنسبت قوت بصارت، حسن و جمال زیادہ تھی۔

<u>کھجور کی چھڑی تلوار بن گئی:</u> جنگ اُحد میں جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر تلوار کے ٹوٹ جانے کا ذکر کیا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں کھجور کی چھڑی عنایت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی وہ چھڑی اپنے ہاتھ میں لی وہ فوراً تلوار بن گئی۔ (بیہقی، خصائص الکبریٰ۔ ج ۱۔ ص ۲۱۷)

☆ ہجرت کا چوتھا سال

<u>شراب کی حرمت:</u> شراب ام الخبائث ہے یعنی ساری برائیوں کی اصل ہے۔ شراب معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں میں سے ایک اہم برائی ہے۔ جس کے مضر اثرات شراب نوشی کرنے والے پر کئی طرح سے مرتب ہوتے ہیں، وہ حالت نشہ میں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں رکھ پاتا، گفتار و کردار میں قابو سے باہر ہوجاتا ہے۔ حالت نشہ میں بے وقاری، لڑائی جھگڑا کرنا ایک معمولی سی بات ہوتی ہے۔ طبی لحاظ سے بھی شراب کا استعمال کافی نقصان دہ ہے۔ مذہب اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے جو انسان کو پاکیزہ اور باوقار رہنے کی تعلیم دیتا ہے اس لئے اسلام میں شراب نوشی پر پابندی ہے۔ قرآن کریم نے ایک ہی ساتھ شراب

کی حرمت نازل نہیں فرمائی بلکہ پہلے اس کے نقصانات کو بتلایا پھر نماز کی حاضری کے وقت شراب نوشی کے ساتھ آنا منع کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے شراب کی عمومی حرمت کا قطعی حکم نازل فرمادیا۔

☆ ہجرت کا پانچواں سال

مخالفتوں کی برسات: جب تک مسلمان مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت تک ان کے دشمن صرف کفار تھے لیکن ہجرت کے بعد تین قسم کے دشمن ہوگئے۔ ایک تو کفّارِ مکہ دوسرے یہود اور تیسرے منافقین۔

تینوں اپنے اپنے طریقوں سے مسلمانوں کو شکست دینے اور انہیں اپنے کام سے باز رکھنے کی سازش میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ کفار مکہ اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو ستاتے، یہود کافی مالدار ہونے کی وجہ سے اپنی دولت کے ذریعہ مسلمانوں کو نقصان پہونچاتے اور منافقین مسلمانوں ہی میں رہ کر ان کے منصوبوں اور تدابیر سے دشمنوں کو واقف کرادیتے۔ اس طرح یہ آستین کے سانپ بنے ہوئے تھے۔ وقتاً فوقتاً اپنی مکاریوں سے مؤمنین کے درمیان اختلاف ڈالنے کی ناپاک کوشش کرتے۔

ایک مرتبہ انصار ومہاجرین کے درمیان کسی چیز کے بارے میں بحث ہوگئی اور دونوں بلند آواز سے گفتگو کررہے تھے۔ منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی کو تو ایسے موقع کا انتظار تھا فوراً انصار سے کہنے لگا ہم عزت وشرافت والے لوگ ہیں اور یہ ذلیل وخوار ہیں۔ تمہارے مدد کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کے حوصلے اتنے بلند ہوگئے ہیں۔ اس کی اس دریدہ دہنی کے باعث کچھ آوازیں بلند ہونے لگیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شور وغل کو سماعت فرما کر تشریف لائے۔ جیسا ہی مسلمانوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ انور دیکھا تمام چیزوں کو بھول گئے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت فرمائی اور ایسا درس محبت دیا کہ پھر سے وہ شیر وشکر ہوگئے اور منافقوں کی سازش ناکام ہوگئی۔

واقعۂ افک: منافقین، اسلام کی روز افزوں ترقی سے بے حد پریشان ہونے لگے اور اہل اسلام سے ان کا حسد مزید بڑھتا چلا گیا۔ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی فتنہ انجام دینے کی کوشش میں لگے رہتے۔

غزوہ مریسیع سے واپسی میں انہوں نے اپنی فتنہ انگیزی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے حضرت ام

المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت وعصمت سے متعلق نازیبا ریمارکس کیئے اور تہمت و بہتان طرازی کی بات لوگوں میں مشہور کردی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مبارک کے ذریعہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی اور آپ کی براءت وتقدس کا چرچہ فرمایا اس بہتان طرازی کی سخت مذمت فرمائی، تہمت لگانے والوں کے بدترین انجام کا ذکر فرمایا اور سورۂ نور میں آپ کی قدر ومنزلت اور شان اقدس میں دس آیتیں نازل فرمائیں۔

بہتان طرازی میں منافقین کے ساتھ چند سادہ لوح مسلمان بھی شریک ہوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور منافقین کے لئے دردناک عذاب کی وعید نازل کی۔

☆ <u>حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت:</u> حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے موقع پر فرمایا جب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم اطہر پر پتھر بندھا ہوا دیکھا تو میرے لیے یہ بات نا قابل برداشت ہوئی ، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اپنے گھر آکر دیکھا کہ گھر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لئے کیا چیزیں موجود ہیں۔ میں نے بکری کے ایک چھوٹے بچے اور ایک صاع جو کے سوا کچھ نہ پایا۔ میں نے گھر میں موجود بکری کا بچہ ذبح کیا اور اہلیہ سے کہا سالن اور روٹی تیار کرو پھر حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ یہ سن کر حضور مختار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ سے ارشاد فرمایا: جابر کے گھر دعوت ہے سب ان کے گھر چل کر تناول کرلیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں جب تک نہ آؤں روٹی نہ پکانا اور ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے آٹے اور گوشت میں اپنا مبارک لعاب دہن مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہانڈی چولہے سے نہ اتاری جائے پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلانا شروع کیا گیا اور جملہ ایک ہزار افراد نے شکم سیر ہوکر تناول کیا مگر جتنا آٹا گوندا گیا تھا ویسے ہی باقی تھا اور ہانڈی

میں گوشت اسی مقدار میں موجود تھا۔ یہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی برکت تھی کہ اتنی کم مقدار گوشت اور روٹی میں ایک ہزار افراد شکم سیر ہو گئے اور گوشت اور روٹی ویسے ہی باقی رہے۔ (صحیح بخاری۔ ج ۲۔ ص ۵۸۸)

منافقین کی فتنہ انگیزی: منافقین اسلام کے خلاف اپنی فتنہ انگیزیوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے وقتاً فوقتاً اس کو مزید بھڑکاتے رہتے تاکہ اسلام کے پرچم تلے اتحاد واتفاق سے رہنے والے مسلمان انتشار کا شکار ہو جائیں اور عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اسے قبیلہ اوس وخزرج کی سرداری حاصل ہو جائے۔ اسی لئے یہ شر پسند لوگ اپنی منافقانہ کاروائیاں ہمیشہ جاری رکھے ہوئے تھے اور یہ گروہ غزوۂ بنی مصطلق میں بھی حصول غنیمت کی خاطر شریک تھا۔

غزوہ بنی المصطلق میں اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح ونصرت سے ہمکنار فرمایا۔ فتح کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر چند دن قیام فرما رہے اسی اثناء میں ایک حادثہ پیش آیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ میں جاتے وقت اپنے ہمراہ ایک غلام کو لے گئے جس کا نام جہجاہ تھا تاکہ وہ آپ کی سواری کے لئے چارہ پانی وغیرہ کا نظم کر سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ خادم پانی لانے کی غرض سے وہاں پر موجود ایک کنویں پر گیا اور پانی کے مسئلہ پر انصار کے حلیفوں میں ایک شخص سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور دونوں میں لڑائی کی نوبت آ پہنچی۔ جہجاہ نے مہاجرین کو مدد کے لئے آواز دی' انصار ومہاجرین ہتھیار لے کر وہاں پہونچ گئے بات یہاں تک پہنچ گئی کہ دونوں گروہوں میں جھگڑا چھڑ جاتا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً وہاں تشریف لائے اور انصار ومہاجرین سے ارشاد فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت کے نعرے کیسے ہیں۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے طرفین کا غضب سرد پڑ گیا اور ایک فتنہ کی شکل اختیار کرنے والی یہ آگ یکا یک بجھ گئی۔ اس واقعہ سے منافقین کے خیمہ میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی لیکن جب یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا تو وہ کافی مشتعل ہو گئے اور اپنے سردار عبداللہ بن ابی کو ہدف ملامت بنانے لگے

جو پہلے ہی سے حسد کی آگ میں جل رہا تھا وہ اس تنقید کو سن کر بھڑک اٹھا اور حضرات انصار سے کہنے لگا تم نے ہی مہاجرین کو سہارا دیا اور ہر مصیبت میں ان کا ساتھ دیا اب اگر تم ان کے ساتھ تعاون کرنا بند کر دو تو وہ تنگ آ کر مدینہ منورہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ (نعوذ باللہ) وہ مزید کہنے لگا۔ بخدا جب ہم مدینہ طیبہ پہنچیں گے تو عزت والا ذلیل کو نکال دے گا اس نے عزت والے سے اپنے آپ کو مراد لیا اور (نعوذ باللہ) اس دوسرے لفظ سے حضور باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے انہوں نے فوراً اس بد بخت کا دندان شکن جواب دیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم تو ہی ذلیل وخوار اور حقیر وکمتر ہے تو اپنی قوم میں ناپسندیدہ ومبغوض ہے اور سرکار دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے رحمٰن کی جانب سے عزت وکرامت شرافت وبزرگی سے نوازا گیا ہے۔ مسلمانوں کے قلوب آپ کی محبت سے سرشار ہیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور کا چہرہ انور متغیر ہو گیا لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دفع کرنے کے لئے اس واقعہ کو نظر انداز فرما دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے حضور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا مت کرو ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا اور یہ سفر بلا توقف جاری رہا جب قافلہ تھک چکا تو ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا اور سارا قافلہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقام پر توقف کئے بغیر مسلسل سفر کرنے کی کیا حکمت ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عبداللہ بن ابی کی ساری گستاخانہ گفتگو کا تذکرہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی عزت والے ہیں اور وہ ذلیل ہے، آہستہ آہستہ عبداللہ بن ابی کی یہ گستاخی کا تذکرہ سارے لشکر میں پھیل گیا اور انصار صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم برہم ہوگئے اور عبداللہ بن ابی سے کہنے لگے تو دربار رسالت میں معافی مانگ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیری غلطی کو درگذار فرمادیں گے لیکن وہ بد بخت معافی مانگنے پر راضی نہ ہوا اور صحابہ کرام سے اپنا نفاق ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگا تم نے اُن پر ایمان لانے کے لئے کہا میں ایمان لے آیا تم نے زکوۃ دینے کے لئے کہا میں نے بھی مال کی زکوۃ دی۔ اب صرف یہ باقی رہ گیا ہے کہ میں اُن کو سجدہ کروں۔ اس طرح وہ تمام لشکر اسلام اور خود اپنے قبیلہ میں ذلیل وخوار ہوگیا اور اسے مزید رسوائی اس وقت ہوئی جب اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم سے وابستہ ہوکر صحابیت کا شرف حاصل کر چکے تھے وہ تلوار لے کر حدود مدینہ منورہ کے پاس ٹھہر گئے اور اپنے والد سے فرمایا تم نے کہا تھا کہ مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد عزت والا ذلت والے شخص کو نکال دے گا اب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ عزت والی ذات کون ہے اور ذلیل کون ہے۔ اللہ کی قسم! جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں تم مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ یہ سن کر عبداللہ بن ابی کی ذلت ورسوائی کی کوئی حد نہ رہی اور اس نے اپنے قبیلہ والوں سے کہا میرا ہی لڑکا مجھے شہر میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔ حکم پہنچاؤ کہ وہ اپنے باپ کو شہر میں آنے کی اجازت دیدے۔ انہوں نے یہاں تک ارادہ کرلیا تھا کہ اپنے باپ کو محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے سبب قتل کرڈالیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں عطا فرمائی۔ یہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی شان ہے کہ جو دشمن آپ کے ساتھ رہ کر آپ ہی کے خلاف ماحول بناتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں اقامت کی مخالفت کرتا رہا پھر بھی آپ نے اس کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی نہیں فرمائی۔ حتیٰ کہ اسے شہر میں آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ منافقوں کی ریشہ دوانیوں کو مسلسل نظرانداز کیا جاتا رہا تا آنکہ منافقوں نے اپنے ہی سیاہ کرتوتوں سے اپنی ذلت ورسوائی کا سامان کیا بعدازاں قرآن کریم کی آیات بینات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ کے ذریعہ ان کی خباثتوں دسیسہ کاریوں فتنہ پردازیوں اور شرانگیزیوں کا ذکر کرکے امت مسلمہ کو واقف کروایا گیا اور ان کے انجام بد اور عذاب شدید کی وعیدیں سنا کر تا قیامت آنے والوں کو ظاہر و باطن ہر اعتبار سے سچے و پکے

مسلمان بن کر رہنے کی تلقین کی گئی۔

☆ ہجرت کا چھٹا سال

<u>عمرہ کے لئے روانگی:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذوالقعدہ 6ھ میں چودہ سو' ایک روایت کے مطابق پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے کفار مکہ کے منصوبہ کی خبر گیری کے لئے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ مکرمہ بھیجا اس قاصد کے ذریعہ اطلاع آئی کہ کفار نے اپنے تمام ہمنوا قبیلوں کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کیا ہے تا کہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روک دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ مقام میں قیام کرنے کا فیصلہ فرمایا اور قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں جنگ مقصود نہیں۔ ہم احرام کی حالت میں ہیں اور ہمارے ساتھ قربانی کے اونٹ ہیں، سفیر سے گفتگو کے بعد ایک سمجھدار سردار عروہ بن مسعود ثقفی نے جواب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ قریش سے کہا کہ تم اگر مجھ پر اعتماد کرتے ہو تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کر کے گفتگو کرتا ہوں کفار مکہ نے اطمینان کا اظہار کیا۔

<u>قریش کے سامنے عروہ بن مسعود کی تقریر:</u> عروہ بن مسعود ثقفی حدیبیہ میں بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور قریش کا پیغام سنائے عروہ نے مسلمانوں کے ماحول اور بارگاہِ نبوی میں صحابہ کرام کا ادب دیکھ کر مسلمانوں میں زبردست جوش وخروش، عظیم ہمت اور بلند حوصلہ محسوس کیا، مکہ واپس ہو کر قریش سے اپنے تاثر کا اظہار کیا۔ اے میری قوم! خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ناک صاف کرتے ہیں تو آب بینی مبارک اُن میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرتا، وہ اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے اور برکت حاصل کرتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم فرمائیں تو وہ حضرات حکم کی تعمیل میں سبقت کرتے ہیں جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کا استعمال کیا ہوا پانی حاصل کرنے کے لئے اس طرح مچلتے ہیں گویا لڑائی کی نوبت آ جائے گی، جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو تمام اصحاب اس طرح خاموش ہو جاتے ہیں کہ اُن کے سروں پر گویا پرندے بیٹھے ہیں، اُن کے دلوں میں آپ کی ایسی عظمت و ہیبت، عزت وتقدس جاگزیں ہے کہ کوئی شخص

ان کی جانب آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا۔

لوگو! خدا کی قسم! میں نے بادشاہوں کا دربار دیکھا، قیصر و کسریٰ کی آن بان دیکھی، نجاشی بادشاہ کا رعب و دبدبہ دیکھا مگر خدا کی قسم! میں کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اُن کی تعظیم اور ادب کرتے ہیں۔ آپ نے صلح کی تجویز رکھی ہے اس کو قبول کرلو۔ (صحیح بخاری۔ ج ا۔ ص ۳۷۹)

<u>بیعت رضوان:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے پاس ایک سفیر بھیجا، قریش نے اُن پر حملہ کیا، وہ سفیر حکمت عملی کر کے اُن کے درمیان سے نکل گئے۔ پھر قریش نے جنگ کے لئے ایک دستہ بھیجا صحابہ نے اس پر غلبہ پا کر پکڑ لیا تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دستہ کو رہا کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبیلہ والے مکہ مکرمہ میں موجود تھے اور آپ ثروت وغنا کی وجہ سے و نیز قبیلہ والوں کی حمایت کی بنا قریش کی نگاہوں میں معزّز تھے۔ کفار نے آپ سے کہا کہ آپ طواف کرلیں اور عمرہ ادا کرلیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہرگز کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کروں گا، تب کفار نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جاں نثاری کی بیعت لی پھر اپنے داہنے دست مبارک کو بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا اے اللہ یہ ہاتھ عثمان کی جانب سے ہے اور یہ ان کی طرف سے بیعت ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں ہیں۔

یہاں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جھوٹی خبر پہنچنے کے بعد صحابہ کرام سے بیعت نہ لیتے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہ ہوتا تو آپ حضرت عثمان کی جانب سے بھی بیعت نہ لیتے کیونکہ جن کی شہادت ہو چکی اُن سے بیعت نہیں لی جاتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت لی یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت حقیقی صورت حال سے بخوبی واقف و باخبر ہیں ۔اس بیعت کا مقصد یہ تھا کہ دنیا پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ مسلمان بے سروسامانی میں اپنے دین وعقیدہ پر استقامت کا پیکر بن کر اپنی جان و مال کی قربانی دینے سے کبھی گریز نہیں کرتے۔

اس بیعت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے رضا و خوشنودی کا اظہار کیا اس لئے اس کو ''بیعت رضوان'' کہتے ہیں۔اس بیعت سے مسلمانوں میں فدائیت اور جاں نثاری کا جذبہ دوبالا ہو گیا اور کفار کی ہمت پست ہو گئی ۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ط یداللّٰہ فوق ایدیھم** بیشک جو لوگ آپ کے دست اقدس پر بیعت کرتے ہیں بلاشبہ وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے(الفتح:۱۰)اور فرمایا **لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ** بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مؤمنین سے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے دست کرم پر بیعت کر رہے تھے۔(الفتح:۱۸)

☆ صلح حدیبیہ: کفار کی جانب سے یکے بعد دیگرے دو تین آدمی آئے اور گفتگو کئے لیکن بات نہ بنی۔پھر سہیل بن عمرو نامی ایک شخص آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا، سہیل نے حاضر ہو کر کہا ہم اور آپ ایک معاہدہ کریں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو منظور فرمالیا، صلح کے شرائط سے متعلق تادیر گفتگو ہوتی رہی اور چند شرائط پر اتفاق ہوا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحکم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم لکھا یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی، اس پر سہیل نے بھڑک کر کہا خدا کی قسم! اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لہٰذا محمد بن عبداللہ لکھوایا جائے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کے بجائے ابن عبداللہ لکھیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں انتہائی اطاعت گذار و فرمانبردار

ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ باادب ہیں، کمالِ ادب وتعظیم کی وجہ سے لفظ رسول اللہ کو مٹانے کی جرأت نہ کرسکے، اپنے آپ کو حکم کی تعمیل سے عاجز پا کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کو ہرگز نہیں مٹا سکتا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کمال ادب کو قبولیت عطا فرما کر بنفس نفیس اپنے دست مبارک سے اس لفظ کو مٹایا پھر محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھے گئے، صلح نامہ کے دفعات یہ تھے:

1) مسلمانوں اور کفار کے درمیان دس سال تک لڑائی موقوف رہے گی۔

2) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال آسکتے ہیں لیکن تین دن سے زیادہ قیام نہیں کرسکتے۔

3) تلوار کے سوا کوئی اور ہتھیار نہ لائیں اور تلوار نیام کے اندر رکھیں۔

4) مکہ مکرمہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں اُن میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں قیام کرنا چاہے تو اُسے نہ روکیں۔

5) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی مدینہ طیبہ جائے تو واپس کردیا جائے گا لیکن کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلا جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

6) عرب کے قبیلوں کو اختیار رہے گا کہ وہ فریقین میں سے جس کے چاہیں حلیف اور دوست بن جائیں اور معاہدہ کرلیں۔

یہ صلح بظاہر مغلوبانہ صلح معلوم ہورہی تھی لیکن فی الواقع یہ فتح مبین تھی اس کی وجہ سے کفار معاشرتی اعتبار سے مسلمانوں کے قریب ہوئے، اُنہیں صحابہ کرام کے رہن سہن، گفتار وکردار دیکھنے کا موقع ملا، یہ صلح کیا تھی دراصل مسلمانوں کی فتوحات کا پیش خیمہ اور مقدمہ تھی قرآن کریم نے اس کو فتح مبین قرار دیا وحی الٰہی کا نزول ہوا ''**انا فتحنا لک فتحا مبینا**'' اے حبیب! ہم نے آپ کی خاطر فتح مبین عطا کی۔''

<u>ایفائے عہد کی عظیم مثال:</u> صلح حدیبیہ کے بعد ابو بصیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آگئے، کفار نے دو آدمیوں کو اس پیغام کے ساتھ روانہ کیا کہ اُن کو واپس کردیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ واپس جانے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا ہم نے کفار سے معاہدہ کیا ہے اور ہمارے

دین میں عہد شکنی نہیں ہے، اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ لوگ مجھے کفر پر مجبور کریں گے، آپ نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری رہائی کا کوئی سبب پیدا کردے گا۔ آخر کار وہ معاہدہ کی شرط کے مطابق قریش کے دونوں آدمیوں کے سپرد کردیئے گئے۔

ایسے موقع پر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی کفار کو سپردگی ایفائے عہد کی ایک عظیم مثال ہے اور ہر معاہدہ کرنے والے کے لئے لائق تقلید ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق اللہ تعالیٰ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو کفار کی قید سے رہائی کا موقع عطا فرمایا اور انہوں نے مقام سیف البحر میں قیام کیا اور وہیں وصال فرمایا۔

<u>بادشاہوں کے نام خطوط مبارک:</u> صلح سے پہلے کفار اسلام کی اشاعت وترویج میں ہر وقت طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو اطمینان کے ساتھ اسلام کی دعوت دینے کا موقع ملا اور قریش کی جانب سے کسی رکاوٹ کا اندیشہ نہ رہا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دینے اور پیغام حق پہنچانے کے لئے چند صحابہ کرام کا انتخاب فرمایا اور عرب کے رئیسوں اور عرب سے متصل سلطنتوں حبشہ، روم، ایران اور مصر کو خطوط مبارکہ بھیجے۔

<u>قیصر روم کے نام نامۂ مبارک:</u> قیصر روم ہرقل کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ قریش کا کوئی شخص ملے تو دربار میں حاضر کیا جائے، اتفاق سے ابوسفیان (جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) اور عرب کے کچھ تاجر تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے اُنہیں دربار میں لایا گیا۔ ہرقل بڑے طمطراق اور شان وشوکت کے ساتھ تخت شاہی پر بیٹھا اور تخت کے اطراف دربار کے معزز لوگ امراء، احبار اور بطارقہ کھڑے ہوگئے، ہرقل نے ترجمان کو بلایا اور گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلے تاجروں کی جماعت سے سوال کیا کہ جو صاحب، نبوت کا اعلان کئے ہیں تم میں سے اُن کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا! میں ہوں، ہرقل نے ابوسفیان کو آگے آنے اور دوسرے عرب تاجروں کو اُن کے پیچھے کھڑے رہنے کا حکم دیا اور اُن سے کہا کہ اگر یہ غلط بیانی سے کام لے تو تم لوگ وضاحت کرنا اور سچ

بات کہہ دینا۔ پھر قیصر روم ہرقل نے ابوسفیان سے چند سوالات کیئے:

ہرقل: جو صاحب نے نبوت کا اعلان کیا ہے اُن کا نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان: اُن کا نسب شریف و اعلیٰ ہے۔

ہرقل: کیا اس خاندان میں ان سے پہلے کسی نے ایسی بات کہی؟ یعنی نبوت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: اُن کے دین میں داخل ہونے والے کمزور لوگ ہیں یا اثر ورسوخ والے؟

ابوسفیان: کمزور لوگ ہیں۔

ہرقل: اُن کی پیروی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟

ابوسفیان: اُن کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔

ہرقل: کیا نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے تم نے کبھی اُن پر جھوٹ کی تہمت لگائی؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اُنہوں نے کبھی دھوکہ دہی، عہد شکنی یا وعدہ خلافی کی؟

ابوسفیان: ابھی تک تو نہیں کی، ان دنوں ہمارے اور اُن کے درمیان صلح ہوئی ہے، نہیں معلوم آگے کیا معاملہ ہوتا ہے۔

ہرقل: کیا تم لوگوں نے اُن سے جنگ کی؟

ابوسفیان: ہاں۔

ہرقل: جنگ کا نتیجہ کیا ہوا؟

ابوسفیان: جنگ ہمارے اور اُن کے درمیان ڈول کی طرح رہی، کبھی ہم اُن سے لیتے کبھی وہ ہم سے لیتے۔

ہرقل: وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں کہ ایک خدا کی عبادت کرو، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، سچ بات کہو، عفت و پاکدامنی اختیار کرو اور قرابتداروں سے اچھا برتاؤ کرو۔

پھر ہرقل نے تمام سوالات و جوابات پر تبصرہ کیا اور آخر میں کہا: اگر تم نے جو کچھ کہا صحیح ہے تو عنقریب وہ میری اس مملکت کے بھی مالک ہو جائیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ ایک آخری نبی تشریف لانے والے ہیں مگر میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے، اگر میں اُن کے پاس پہنچ سکتا تو اُن کے قدم مبارک دھوتا۔ ہرقل نے اس مکالمہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک سنا اور اہل روم کو خطاب کرکے کہا اے رومیو! اگر تم فلاح و کامیابی چاہتے ہو اور ملک و سلطنت کی بقاء چاہتے ہو تو اس نبی کے دست مبارک پر بیعت کرلو۔ یہ سنتے ہی سارے درباری ناراضگی اور نفرت کا اظہار کئے ہرقل نے درباریوں کی نفرت کو دیکھا اور اُن کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو اُن سے کہا میں نے ابھی تم سے جو کہا اس کا مقصد یہ تھا کہ میں دین میں تمہاری شدت و پختگی کو آزماؤں اور میں نے دیکھ لیا کہ تم اپنے دین میں بہت مضبوط اور متصلب ہو۔ (صحیح بخاری شریف۔ ج ۱۔ ص ۵)

<u>**ابوسفیان اور قیصر روم کا اعتراف:**</u> ابوسفیان نے سخت دشمنی کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اظہار کیا اور اُن کے لئے اس اقرار اور اعتراف کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا۔ ہرقل تورات و انجیل کا ماہر عالم تھا اور علم نجوم سے اچھی طرح واقف تھا۔ اُس نے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت کی تصدیق کی، لیکن سلطنت کی حرص میں ایمان سے محروم رہا۔

البتہ ہرقل نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کی تعظیم کی جس کی وجہ سے اس کی بادشاہت ایک مدت تک سلامت رہی۔

☆ ہجرت کا ساتواں سال

خیبر فتح ہونے کے بعد یہودیوں نے درخواست کی ہمیں خیبر ہی میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں ہم زمین کی کاشت کرتے رہیں گے اور زمین کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرمالیا۔

<u>ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:</u> قیدیوں میں بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بھی تھیں، مال غنیمت کی تقسیم میں صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں، انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا، آپ نے قبول فرمایا اور اُن کے بجائے دوسری باندی دے دی پھر آپ نے انہیں آزاد کردیا اور اُن سے نکاح فرمایا۔

<u>حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی فتح سے فارغ ہوئے اور ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو مکہ سے ہجرت کرکے حبشہ جا چکے تھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے آگئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آمد پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا میں کیا بتاؤں کہ میں خیبر کی فتح پر خوش ہوں یا جعفر کی آمد پر۔

حبشہ سے مدینہ طیبہ آنے والوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب الھجرتین (دو ہجرتوں والے) کے مبارک لقب سے نوازا کہ یہ اصحاب مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کئے پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ۔ یہ حضرات اگرچہ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں ہوئے لیکن ان حضرات کو بھی مال غنیمت سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا گیا۔

<u>خیبر کے موقع پر اسلامی احکام:</u> غزوۂ خیبر میں چند احکام نازل ہوئے (1) پنجہ دار پرندوں کو حرام قرار دیا گیا۔ (2) تمام درندوں کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ (3) گدھا اور خچر حرام کردیا گیا۔ (4) سونے چاندی کی خرید وفروخت کمی و زیادتی کے ساتھ حرام قرار دی گئی اور حکم دیا گیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلہ اور سونے کو سونے کے بدلہ برابری کے ساتھ ہی بیچنا لازم ہے اور کمی بیشی حرام ہے۔ (5) باندیوں سے متعلق استبراء کا حکم دیا گیا یعنی ایک مہینہ باندی سے صحبت جائز نہیں اگر اس دوران وہ حاملہ ہوجائے تو بچہ پیدا ہونے تک صحبت نہ کی جائے۔ (6) عورتوں سے متعہ (Contract Marriage) حرام قرار دیا گیا۔ اس سے پہلے تک متعہ جائز تھا، اس غزوہ میں اس کی حرمت آگئی۔

عمرۃ القضاء: حدیبیہ کے صلحنامہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال صرف تین دن کے لیے آئیں، اس شرط کے مطابق ماہ ذوالقعدہ **7ھ** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور یہ اعلان فرمایا کہ جو لوگ گذشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب ساتھ چلیں، کل دو ہزار صحابہ کرام کی یہ مبارک جماعت مقام ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی، عمرہ کی ادائی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مقام سرف میں نکاح فرمایا، آپ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا زوجۂ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

☆ ہجرت کا آٹھواں سال

☆**فتح مکہ 8ھ :** حدیبیہ کے صلحنامہ میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ فریقین میں سے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ کرسکتا ہے۔ اس شرط کے مطابق بنو بکر قریش کے حلیف ہوئے اور بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف قرار پائے۔ بنو بکر اور بنوخزاعہ کے درمیان سخت دشمنی تھی۔ بنو بکر اپنی پرانی عداوت کی وجہ بنوخزاعہ سے انتقام لینے کے لئے کفار قریش سے مل کر اُن پر حملہ آور ہوئے، اس حملہ میں قریش کے سرداروں نے بنوخزاعہ کے خلاف بنی بکر کو قتل کے لئے آدمی اور اسلحہ فراہم کئے، اس حملہ کی وجہ سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ عملی طور پر قریش کی جانب سے ٹوٹ گیا، بنوخزاعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریادی ہوئے اور آپ سے مدد طلب کئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس پر امن تین شرائط روانہ فرمائیں کہ وہ ان تین شرطوں سے کوئی ایک شرط قبول کریں:

1) بنوخزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔

2) قریش بنو بکر کی حمایت سے دست بردار ہوجائیں۔

3) حدیبیہ کے معاہدہ کی برخواستگی کا اعلان کیا جائے۔

قریش کے نمائندوں میں سے کسی نے جواب دیا کہ ہم آخری شرط منظور کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔قریش نے قاصد کو جواب دیتے وقت تو بڑی بے باکی سے اعلان کیا لیکن قاصد واپس جانے کے بعد سردارانِ قریش نادم و پشیمان ہوئے اور سب نے ابوسفیان سے کہا کہ تم جا کر معاہدہ کی تجدید کرلو ورنہ اس کا انجام بہت خطرناک ہوسکتا ہے ابوسفیان مدینہ طیبہ پہنچ کر گفتگو کرنے کی بہت کوشش کی لیکن بات نہ بنی، بالآخر معاہدہ کی تجدید کئے بغیر لوٹنا پڑا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جہاد کی تیاری کا حکم فرمایا اور حلیف قبائل کو تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیجا، مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ کس سے جہاد کرنا ہے یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی نہیں فرمایا، خاموشی کے ساتھ معارکہ کی تیاری ہوتی رہی، اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو معاملہ کی خبر نہ ہو۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھا جس میں انتظامی خفیہ معاملات کی مخبری تھی ۔اس خط کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ مکرمہ روانہ کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم عطا فرمایا ہے، وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جو ما کان و ما یکون کی خبر رکھتے ہیں، قیامت تک رونما ہونے والے واقعات وحوادث کی خبر دیتے ہیں اور ان کا ایک ایک جزئیہ بیان فرماتے ہیں نہ صرف زمین کی بلکہ آسمانوں کی باتیں جنت ودوزخ کی تفصیلات، اہل جنت و اہل دوزخ کی تعداد، ان کے احوال وکوائف، ہر ہر چیز سے واقف و باخبر ہیں، کیا آپ مدینہ منورہ میں ہونے والے اس واقعہ سے باخبر نہ ہوں گے؟ یقیناً آپکو اس واقعہ کا بخوبی علم تھا، اسی لئے آپ نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو یہ تفصیلات بتلاتے ہوئے حکم فرمایا کہ تم لوگ ''روضۂ خاخ'' پر جاؤ وہاں ایک عورت ہے جس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے حاصل کر کے میرے پاس لے آؤ' تینوں صحابہ کرام گھوڑوں پر سوار ہوکر بڑی تیزی کے ساتھ ''روضہ خاخ'' پہنچے اور اس عورت کو ویسا ہی پایا جیسا کہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور اس عورت سے خط طلب کیا، اُس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلط بات نہیں فرما سکتے اور نہ ہم جھوٹے ہیں جب آپ نے سختی سے گفتگو کی تو اس عورت نے صحیح صحیح بتا دیا اور اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر دے دیا۔ یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خط لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ میں نے اپنا دین تبدیل کیا ہے اور نہ مرتد ہوا ہوں، میں نے اہل مکہ کو صرف اس لئے خط لکھا کہ مکہ مکرمہ میں میرے

اہل وعیال ہیں وہاں میرا کوئی اور رشتہ دار نہیں جو ان کی خیر خواہی وخبر گیری کرے، میرے سوا دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ مکرمہ میں موجود ہیں وہ ان کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو شکست دے گا۔ میں نے چاہا کہ خط کے ذریعہ مکہ والوں کو معاملہ کی اطلاع دے دوں تاکہ ان پر میرا احسان ہو جائے اور میرے اہل وعیال سے ہمدردی کا معاملہ کریں اگرچہ میرے خط سے اہل مکہ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول فرمالیا۔ اور انہیں معاف فرمادیا

۔

<u>مکہ مکرمہ کو روانگی:</u> دس رمضان المبارک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں اور دو ہزار افراد شامل ہوگئے جملہ بارہ ہزار کا لشکر مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام ''مرالظہران'' پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ ڈالا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنا الگ چولہا جلائے جب بارہ ہزار صحابہ کرام نے الگ الگ چولہا جلایا تو مرالظہران کے وسیع وعریض میدان میں میلوں دور تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ راستہ ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے۔

قریش کو یہ اطلاع تو مل چکی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر مدینہ طیبہ سے نکل چکا ہے لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں

تھا کہ مسلمان اتنے قریب پہنچ گئے ہیں۔قریش نے تحقیق خبر کے لئے ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام کو بھیجا یہ تینوں تحقیق کے لئے نکلے اور مرالظہران میں جل رہی آگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ابوسفیان نے کہا بنی خزاعہ کا قبیلہ اتنا تو نہیں کہ مرالظہران کا طویل میدان بھر جائے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ والوں پر رحم کھا کر انہیں خبردار کرنے اور یہ کہنے کے لئے آرہے تھے کہ اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مکہ والے امن مانگ لیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا اسی اثنا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ابوسفیان اور ان کے دوساتھیوں سے ملاقات ہوئی ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا لشکر پہنچ چکا ہے، ابوسفیان نے مشورہ طلب کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا کافروں کا سردار ہمارے قبضہ میں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو معاف فرمادیا۔ وہ ابوسفیان جنہوں نے اسلام کے خلاف بدر اور اُحد کی لڑائیاں لڑیں، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کی ناپاک سازشیں کیں، مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا یقیناً وہ سزا کے مستحق تھے لیکن حضور اکرم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمینی کے قربان جائیں آپ نے انہیں بھی درگذر فرمادیا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر اسلامی فوج کے مناظر دکھائیں۔ابوسفیان نے ایک ایک قبیلہ کو بڑی آن بان سے ہتھیاروں سے مسلح، سازوسامان سے بھرا آتے دیکھا قبیلہ غفار، قبیلہ جہینہ، سعد بن ہذیم اور سلیم جیسے جنگجو قبائل عرب لشکر اسلام میں شامل تھے آخر میں آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہے تھے۔اس روحانی منظر اور نورانی ماحول کا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے دل پر گہرا اثر پڑا۔

20/رمضان المبارک 8 ہجری پیر کے دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مقام کداء سے گذرتے

ہوئے بالائی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مقام کداء سے داخل ہونے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقام کدیٰ سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ لڑنے میں پہل نہ کرنا اور جو شخص تم سے لڑنے کے درپے ہو صرف اسی سے مقابلہ کرنا۔ اس طرح مسلمان تین راستوں سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کہیں مقابلہ کی نوبت نہیں آئی سوائے مقام کدیٰ کے جہاں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے بنوبکر، بنوحارث اور ہذیل اور قریش کے کچھ قبائل مقابلہ کے لئے تیار تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ آتے ہی ان لوگوں نے آپ پر حملہ کیا، آپ نے ان کے حملہ کا دفاعی جواب دیتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا اور کفار کو شکست ہوئی، نتیجہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور بنوبکر وغیرہ کے بیس بائیس آدمی ہلاک ہوگئے۔

<u>عفو ودرگذر کا عام اعلان:</u> کفار مکہ جو اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک اور ہجرت مدینہ سے صلح حدیبیہ تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے رہے، ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی بارہا ناپاک سازشیں کیں قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ ایسے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں پر غلبہ حاصل ہوا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت والفت سے لبریز فرمان عالیشان جاری فرمایا اور عام اعلان فرمایا آج تم سے کوئی بازپرس نہیں تم لوگ آزاد ہو۔ الیوم یوم المرحمة آج تو رحمت ومہربانی فرمانے کا دن ہے۔

<u>شاہان دنیا کا طریقۂ کار:</u> جب سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں آتی ہے تو انسان ظلم وانصاف کا فرق بھول جاتا ہے، دنیا کی جتنی سوپر پاور مملکتیں گذری ہیں انہوں نے اپنی فتح کا جشن مظلوم افراد کا خون بہا کر منایا ہے دنیا میں جب بڑی بڑی فتوحات ہوئیں تو فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ تاتاری قوم جب پوری قوت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئی تو انہوں نے سارے شہر کو تہس نہس کردیا انسانی خون کا سمندر بہادیا۔ صلیبیوں نے جب ملک شام پر غلبہ واقتدار حاصل کیا تو خون کی ندیاں رواں کردیں، اس وقت مسجد اقصیٰ میں گھوڑوں کے گھٹنے انسانی خون میں ڈوبے ہوئے تھے، ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔

دنیا نے صلیبیوں کا یہ اقتدار دیکھا جہاں انسانی خون کی ندیاں بہتی ہیں انسانیت سسک سسک کر دم توڑتی ہے، فتح مکہ کے موقع پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام بادشاہوں، سربراہانِ مملکت، ارباب سلطنت کے لئے عظیم مثال قائم فرمائی۔ اقتدار حاصل کرنے والوں کو ایک آفاقی پیام دیا، فتح مکہ جیسا عظیم کارنامہ ہوا جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں پر اقتدار حاصل کرلیا، چاہتے تو تمام کافروں کو قتل کیا جاسکتا تھا، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا: آج تم پر کوئی دارو گیر نہیں تم لوگ آزاد ہو پرامن رہو۔ الیوم یوم المرحمة آج تو رحمت ومہربانی فرمانے کا دن ہے۔

- جو شخص ہتھیار ڈال دے اسکے لئے امان ہے۔
- جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اس کے لئے امان ہے۔
- جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے۔
- جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے۔
- جو شخص ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے۔

<u>گستاخ کے لئے امان نہیں</u>: امان کا یہ اعلان اگر چہ تمام لوگوں کے لئے عام تھا لیکن چند افراد اُس سے مستثنیٰ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا جس کی وجہ وہ قابل گردن زدنی ہوچکے تھے اس لئے ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔ ایک گستاخ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے قتل کرڈالو اگر چہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا ہو۔

یہاں غور کیا جائے کہ عین حرم شریف میں قتل کردینے کا حکم دیا گیا جب کہ کعبۃ اللہ شریف کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے جو شخص اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہے۔ (سورہ ال عمران ۔ ۹۷)

ہر شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہی امن وسلامتی پالیتا ہے اگر کوئی حرم شریف میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ لے تو اس کو یہ حق نہیں کہ حرم شریف میں اسے تکلیف پہنچائے لیکن ان افراد نے بارگاہِ نبوت میں گستاخی کرکے ایسے جرم کا ارتکاب کیا کہ زمین کا کوئی خطہ ان کی پناہ گاہ نہیں بن سکتا تھا یہاں تک

کہ وہ حرم کعبہ میں غلاف کعبہ سے چمٹے ہوئے ہوں تب بھی اُنہیں امان نہ ملتا۔ ان گستاخوں کا انجام صرف یہ تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں عبدالعزیٰ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا تھا، حضرت سعید بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حویرث بن نقید اور حارث بن ہشام ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ کو نُمَیلَہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، ''قریبہ'' یہ ابن خطل کی باندی تھی اس کو بھی قتل کیا گیا۔ (نسائی شریف۔ ص ۱۶۹، سبل الھدی۔ ج ۵۔ ص ۲۲۵/۲۲۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک اونٹنی پر سوار ہو کر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اور خانہ کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ، آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اونٹنی بٹھائی، کعبۃ اللہ شریف کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** ترجمہ: حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والا ہے۔ مشرکوں نے خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت بٹھا رکھے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام اور عین خانۂ کعبہ کو بتوں کی نجاست و آلائش سے پاک کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، نے کعبۃ اللہ شریف کے چھت پر چڑھ کر نماز ظہر کی اذان کہی اس طرح مکہ مکرمہ کے کفر آلود ماحول کو اذان بلال نے نور اسلام سے منور کیا، اور اس کی فضاؤں میں عظمت اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

ابلیس لعین کی مایوسی: فتح مکہ کے دن ابلیس لعین نے رنج و غم کی وجہ سے ایک زبردست چیخ ماری جس کے سبب اس کی پوری اولاد اس کے پاس جمع ہوگئی۔ ابلیس نے کہا: اب تم اس بات سے مایوس ہو جاؤ کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو شرک کی طرف لوٹاؤ گے یعنی آج کے بعد امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں شرک نہیں ہوسکتا۔

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمارہے اور مکہ مکرمہ سے روانہ

ہونے سے قبل حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہٗ کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور مسلمانوں کی تعلیم کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ کو منتخب فرمایا۔

☆ ہجرت کا نواں سال

ہجرت کے نویں سال بہت سے واقعات پیش آئے جن میں چند اہم درج ذیل ہیں۔

زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لئے عاملین کا تقرر، وفود کی بارگاہ اقدس میں حاضری۔ حاتم طائی کے صاحبزادہ کا اسلام لانا۔

عاملین زکوٰۃ کا تقرر: 9 ہجری ماہ محرم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لئے عاملین کا تقرر فرمایا اور انہیں قبائل کی طرف روانہ فرمایا۔

لعاب دہن مبارک کے فیض سے چشمہ کا ابل پڑنا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے لشکر اسلام سے ارشاد فرمایا کل تم تبوک پہنچنے والے ہو وہاں تمہیں ایک چشمہ ملے گا لیکن کوئی شخص اس کا پانی استعمال نہ کرے۔ دوسرے روز جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس چشمہ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اس چشمہ کا پانی طلب فرمایا اور اپنا چہرہ مبارک اور دست اقدس دھویا اس پانی کو برکت سے نوازنے کے لیے اس میں کلی فرمائی اور حکم فرمایا کہ اسے چشمہ میں ڈال دیا جائے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے مبارک پانی کی برکت سے وہ چشمہ پانی سے ابلنے لگا اور تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر اس سے سیراب ہو گیا۔

سیرت طیبہ کا ایک ایک گوشہ انسانی معاشرہ کے لیے فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔ محبت والفت اخوت و بھائی چارگی، امن وسلامتی کا سب سے بہترین نمونہ ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ وصفات حسنہ کے ذریعہ لوگوں کے قلوب کو متاثر فرمایا ہے۔ اسلام کے دامن کرم سے وابستہ ہونے والا ہر شخص سرکار کے اخلاق حسنہ اور آپ کے حسن کردار و گفتار سے متاثر ہو کر داخل اسلام ہوا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو ساری زندگی اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی

منافقانہ مذموم حرکتیں انجام دیتا رہا۔غزوہ احد ہو یا غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ تبوک ہر وقت اپنے خبث باطن اور معاندانہ رویہ سے اہل اسلام کے رشتہ اخوت ومحبت اور ان کے اتحاد واتفاق کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہر مرتبہ اسے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔

ہجرت کے نویں سال وہ بیمار ہو گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گذارش کی کہ اس کے انتقال پر حضور ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کی قبر پر تشریف لائیں اور کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قمیص مبارک عطا کرنے کا ارادہ فرمایا تو عمر رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذارش ہے کہ منافق کے لئے قمیص مبارک عطا نہ فرمائیں،سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اس منافق کو میری قمیص مبارک سے فائدہ تو نہیں پہونچے گا لیکن اس کی بدولت ایک ہزار منافقوں کو ایمان نصیب ہو جائے گا چنانچہ انتقال پر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (بعد میں منافقوں کی نماز جنازہ وغیرہ کی ممانعت کا حکم آ گیا) اس کے ساتھ ہی دیگر منافقوں نے جب یہ حالت دیکھی کہ ملعون زندگی بھر حضور کی مخالفت کرتا رہا اور اب مرنے کے وقت آپ ہی کا سہارا لے رہا ہے تو انہیں سمجھ آئی کہ آخری وقت تڑپنے کے بجائے زندگی ہی میں اس حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھام لینا بہتر ہے جو دنیا و آخرت میں بخشش ونجات کا ذریعہ ہیں چنانچہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق عالیہ سے متاثر ہو کر اس وقت ایک ہزار منافق حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (تفسیر کبیر۔سورۂ توبہ۔ ۸۴)

اسلام سارے اقطاع عالم میں صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات اور آپ کے اخلاق حسنہ سے پھیلا اور اس کے انوار دنیا کے ہر خطہ کو منور کرنے لگے۔دین اسلام پر جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ دین بزور شمشیر پھیلا اور اس کے پیروکاروں نے تشدد، جبر وقہر سے اس کی تبلیغ کی۔بالفرض اگر ایسا ہی ہوتا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ جو لوگ ہمیشہ اسلام کے خلاف فتنہ پروری وشر

انگیزی مچاتے رہے ان سے جبراً اسلام قبول کروایا جاتا یا انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ عبداللہ بن ابی کی موت کا واقعہ 9 ھجری کا ہے اتنے طویل عرصہ تک اسے اس کی فتنہ انگیزیوں و شرارتوں کے باوجود نہ چھوڑا جاتا۔ دراصل اسلام جبر و تشدد کا یکسر مخالف ہے۔ اسلام حسن کردار سے دلوں کو اپنی طرف موہ لیتا ہے امن و سلامتی پر مشتمل اپنی مبارک تعلیمات سے ہر کسی کو متاثر کرتا ہے اور اس کے سچے پیرو کار غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے مظہر ہوتے ہیں۔

☆ ہجرت کا دسواں سال

حجۃ الوداع

<u>حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ:</u> اس سال کے واقعات میں اہم ترین و تاریخی واقعہ حجۃ الوداع ہے، اس لیے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حجۃ الوداع کے مختلف نام ہیں، حجۃ الوداع، حجۃ التمام، حجۃ البلاغ، حجۃ الاسلام، اس حج کو حجۃ الوداع اس لیے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے خطبہ میں اپنی امت کو خطاب کر کے الوداع فرمایا۔ اس زمانہ میں سفر کے لیے سہولتیں نہ ہونے کے باوجود اقطاع عالم میں رہنے والے اہل اسلام دور دراز مقامات سے آ کر اس مبارک حج میں شریک ہوئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام اس موقع پر موجود تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی جاہ میں صحابہ کرام کا اتنا بڑا مجمع اس کے بعد حاضر نہیں ہوا اور اس حج میں دور دراز سے آ کر شرکت کرنے والوں میں اکثر حضرات کے لیے یہ ظاہری اعتبار سے آخری اور وداعی حاضری تھی اس لیے اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ نو 9 ذی الحجہ وقوف عرفہ کے دن دین اسلام کے تمام و کمال سے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا** ترجمہ: میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام سے بحیثیت دین راضی ہو گیا۔ (سورۃ المائدہ۔۳) اسی مناسبت سے اس حج کو حجۃ التمام کہا جاتا ہے۔

اس کو حجۃ البلاغ اس لیے کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے خطبوں میں احکام الٰہی پہنچا کر تمام حاضرین سے تبلیغ رسالت پر گواہی طلب فرمائی، اُن کو گواہ بنایا اور حکم فرمایا الا فلیبلغ الشاھد الغائب ۔ترجمہ: سنو جو شخص حاضر ہے وہ غائب شخص کو پہنچا دے۔ (سیرت حلبیہ۔ج ۳۔ص ۲۸۳/۲۸۲)

حجۃ الاسلام اس لیے کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے خطبہ میں اسلامی احکام کا خلاصہ ولب لباب بیان فرمایا اور اسلامی تعلیمات کے ہر گوشہ سے متعلق ارشاد فرمایا۔

سفر حج کا اعلان اور اس کے مقاصد: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دسویں ہجری میں سفر حج کا اعلان کیا گیا کہ اس سال ہادیٔ کائنات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں، اس اعلان کے ساتھ ہی صحابہ کرام نے سفر حج کا ارادہ فرمایا اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک معیت میں حج ادا کرنے کا عزم فرمایا، سفر حج کا بطور خاص اعلان کرنے کے کئی مقاصد تھے:

(1) اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ صحابہ کرام کی کثیر تعداد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مناسک حج ادا فرماتے ہوئے دیکھ لے اور دین اسلام کا رکن رکین حج بیت اللہ ادا کرنے کا صحیح طریقہ جان لے۔ اس لیے آپ نے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم فرمایا۔

(2) دوسرا مقصد یہ تھا کہ آپ امت کو وداع کرتے وقت نصیحتیں فرما کر انہیں سرفراز فرمائیں۔

حج کے مہینہ کے قریب اہل اسلام فوج در فوج، جماعت در جماعت مختلف قافلوں میں مدینہ طیبہ پہنچنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے تا کہ آپ کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوتے ہوئے حج ادا کرنے کا شرف حاصل کریں۔

حجۃ الوداع کا اجمالی تذکرہ: حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں بروز جمعرات غسل فرمایا اور تہبند مبارک و چادر شریف زیب تن فرمائی، مسجد نبوی میں نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے، مدینہ طیبہ سے آگے چھ میل کے فاصلہ پر اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ پر

احرام باندھا، دو رکعت نماز ادا فرمائی حج قِران کی نیت سے تلبیہ پڑھا اور اپنی مبارک اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر بآواز بلند تلبیہ پڑھا۔ چار ذی الحجۃ کی نماز فجر مقام ''ذی طوی'' میں ادا فرمائی پھر غسل فرما کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور چاشت کے وقت مسجد حرام شریف میں تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے سامنے تشریف لائے تو حجر اسود پر دست مبارک رکھ کر اس کو بوسہ دیا اس کے بعد کعبۃ اللہ شریف کا طواف فرمایا۔ پہلی تین چکروں میں آپ نے رمل فرمایا اور باقی چار چکروں میں رمل کے بغیر طواف فرمایا۔ حجر اسود کو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لب ہائے مبارک سے بوسہ دیا، کبھی استلام فرمایا یعنی دست مبارک سے اشارہ فرما کر دست مبارک کو چوما اور کبھی اپنے عصائے مبارک سے اشارہ فرما کر اس کو بوسہ دیا۔ طواف کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر حجر اسود کا استلام فرما کر صفا کی جانب روانہ ہوئے، صفا و مروہ کی سعی فرمائی چونکہ آپ کا یہ حج قِران تھا اور آپ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لیے ادائی عمرہ کے بعد آپ نے احرام نہیں کھولا۔ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ بروز جمعرات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے اور جمعرات کی ظہر سے جمعہ کی فجر تک پانچ نمازیں وہیں ادا فرمائیں اور نویں ذوالحجہ بروز جمعہ طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے روانہ ہو کر عرفات تشریف لائے۔ مسجد نمرہ کے پاس آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا آپ نے اس خیمہ میں قیام فرمایا۔ زوال آفتاب کے بعد اپنی مبارک ناقہ قصواء پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے۔ اس مقام پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم ترین تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں نماز ظہر و عصر کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد جبل رحمت کے دامن میں غروب آفتاب تک دعائیں اور اذکار کرتے ہوئے وقوف فرمایا۔ غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ روانہ ہوئے۔ وہاں ایک اذان، ایک اقامت کے ساتھ عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء کی امامت فرمائی۔ کچھ دیر استراحت فرمانے کے بعد فجر تک دعا و ذکر میں مشغول رہے۔ نماز فجر کے بعد وقوف فرمایا' رمی کے لئے جمرات چُن لئے، طلوع آفتاب سے کچھ پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ منیٰ میں جمرۂ عقبہ کی رمی فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں بھی ایک طویل خطبہ

ارشاد فرمایا، قربانی ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اونٹ ذبح فرمانے کی غرض سے تشریف فرما ہوئے تو اونٹوں کی حالت قابل دید تھی وہ بذات خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لپکتے ہوئے مچلتے ہوئے آ رہے تھے کہ سب سے پہلے حضور اپنے دست کرم سے ہمیں ذبح فرمائیں۔ (مشکوۃ المصابیح۔ج ا۔ص ۲۳۲)، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (100) سو اونٹ تھے (63) اونٹ آپ نے بنفس نفیس ذبح فرمائے بعد ازاں آپ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی اونٹ ذبح فرمائے۔

<u>موئے مبارک کی تقسیم</u>: قربانی کے بعد جب حلق کروانے کا موقع آیا تو دونوں جہاں میں رب کی نعمتیں تقسیم فرمانے والے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سر انور کی دائیں جانب اشارہ فرمایا حجام نے دائیں جانب حلق کرنے کی سعادت حاصل کی جو صحابہ کرام حاضر خدمت تھے آپ نے اُنہیں موئے مبارک عطا فرمائے پھر ارشاد فرمایا دوسری جانب حلق کرو اور فرمایا ابوطلحہ کہاں ہے؟ پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو وہ موئے مبارک عطا فرمائے۔ (مسلم شریف ج ا ص ۴۲۱) علاوہ ازیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: صحابہ کرام کے درمیان ان موئے مبارک کو تقسیم کر دیں۔ (مسلم شریف ج ا ص ۴۲۱)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم بالائے کرم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے موئے مبارک شیفتگان جمال نبوی میں بنفس نفیس عنایت فرمائے اور تقسیم کرنے کا حکم بھی فرمایا۔ طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ نماز ظہر مکہ معظّمہ میں ادا کی۔ منٰی تشریف لائے، منٰی میں 13ر تک قیام فرمایا۔ ہر دن، تینوں جمرات کی رمی فرماتے رہے۔ 13ر کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، طواف وداع کے بعد مدینہ منورہ کا قصد فرمایا۔

☆ <u>خطبہ حجۃ الوداع</u>: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک خطبہ میں اسلامی تعلیمات کا مغز وعطر ذکر فرمایا۔ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ساری انسانیت کو ایک آفاقی پیغام دیا، انسانی حقوق کا ذکر فرمایا، بنی نوع انسان کے تمام اصناف سے متعلق حقوق و فرائض بیان فرمائے اور ساری انسانیت کو ایک نا قابل تبدیل الٰہی قانون

عنایت فرما کر عظیم احسان فرمایا۔ حجۃ الوداع کے اس خطبہ کو فقہی، شرعی اور اسلامی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس سے کئی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ خطبۂ حجۃ الوداع عالمی اور بین الاقوامی اعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ اس میں انسانی حقوق کی بابت ایسے اہم اور ضروری ارشادات ہیں جو قانون دان و قانون ساز افراد کے لیے قانون مدون کرنے اور دستور وضع کرنے کے سلسلہ میں بیک وقت مشعل راہ اور منزل مقصود کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مبارک خطبہ درج ذیل ہے:

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کا تاکیدی حکم دیتا ہوں، اس کی اطاعت پر اُبھارتا ہوں اور اس چیز سے آغاز کرتا ہوں جو خیر ہو۔

اما بعد! لوگو! مجھ سے سنو، میں تمہیں بیان کرتا ہوں، کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اس سال کے بعد اس جگہ میری تم سے ملاقات ہو۔

لوگو! یقیناً تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت تمہارے پاس قابل احترام ہیں یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے جاملو جیسے تمہارا آج کا دن تمہارے اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں حرمت والا ہے، سنو! کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا؟

اے اللہ! تو گواہ رہ۔

جس شخص کے پاس کوئی امانت ہو وہ اس شخص کو ادا کردے جس نے اس کے پاس امانت رکھائی۔

جاہلیت کا سارا سود معاف ہے البتہ اصل مال تمہارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ سود نہیں لینا چاہیے اور پہلا سود جس کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔

یقیناً جاہلیت کا خون معاف ہے اور پہلا خون جسے میں ساقط کر رہا ہوں (میرے چچا کے بیٹے) ایاس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔

بے شک جاہلیت کے منصب وعہدے گرا دیئے جاتے ہیں، سوائے خانہ کعبہ کی رکھوالی اور حجاج کو پانی پلانے کے۔

قتل عمد (بہ ارادہ آلۂ جارحہ سے قتل کرنے) پر قصاص ہے، شبہ عمد وہ ہے جس میں لاٹھی یا پتھر سے موت واقع ہو، اس میں بطور خون بہا سو اونٹ ہیں، جو شخص اس سے زیادہ کا مطالبہ کرے وہ جاہلیت والوں میں سے ہے۔

لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت نہ کی جائے۔

بچہ اسی شخص کی جانب منسوب ہوگا جس کی بیوی سے وہ پیدا ہوا اور حرام کاری کرنے والے کے لیے پتھر ہے اور اُن کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

جس شخص نے اپنی نسبت اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی جانب کی یا کوئی غلام اپنے آقا کے بجائے کسی اور کو اپنا آقا بتائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

قرض قابل ادائیگی ہے۔ عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کردی جائے، تحفہ کا بدلہ دیا جائے اور جو شخص کسی کا ضامن ہو، تاوان وہی ادا کرے۔

اے لوگو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام مؤمن بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ خوش دلی سے پیش کرے۔

سنو! کسی خاتون کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

اے لوگو! سال میں کبیسہ گری مہینوں کو آگے پیچھے ہٹا دینا کفر میں اضافہ کا باعث ہے، کفار اس کے ذریعہ مزید بھٹکائے جاتے ہیں وہ اس کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں تا کہ ان مہینوں کی تعداد پوری کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قابل حرمت بنایا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اس کو حرام قرار دیتے ہیں، یقیناً زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا ہے جیسا اُس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ہے جس دن اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اُن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل اور ایک تنہا، ذوالقعدۃ، ذوالحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔

خبردار! تم لوگ میرے بعد گمراہ مت ہو جاؤ کہ آپسی جنگ وجدال، کشت وخون میں مبتلا رہو۔

اے لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں اور باندیوں کا خیال رکھو، اپنے غلاموں اور باندیوں سے اچھا سلوک کرو۔ انہیں اس میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ اگر وہ ایسی ایسی غلطی کریں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! اُن کو فروخت کر دو اور انہیں تکلیف نہ دو۔

اے لوگو! تمہارے اوپر تمہاری بیویوں کے حقوق واجب ہیں اور اُن کے ذمہ تمہارے حقوق ہیں، تمہاری عورتوں کے ذمہ تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور یہ بھی اُن کی ذمہ داری ہے کہ کوئی بے حیائی کا عمل نہ کریں، اگر وہ ایسا کوئی عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم انہیں خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انہیں ہلکی سی تنبیہ کرو۔ اگر وہ باز آ جائیں تو دستور کے مطابق نان نفقہ اور لباس اُن کا حق ہے۔ عورتوں سے متعلق بھلائی کی نصیحت قبول کرو کیونکہ وہ

تمہاری پابند اور تمہارے زیر فرماں ہیں۔ وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتیں، لہٰذا تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا اور کلام الٰہی کے صدقہ وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ اس بات سے خوش ہے کہ اس کے سوا دیگر ایسی چیزوں میں اس کی اطاعت کی جائے جنہیں تم اپنے اعمال میں کمتر اور حقیر سمجھتے ہو لہٰذا تم اپنے دین کے بارے میں شیطان سے بچتے رہو۔

دیکھو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پنج وقتہ نماز ادا کرو تمہارے مہینہ (رمضان المبارک) کے روزے رکھو، خوش دلی اور طیب خاطر سے اپنے اموال کی زکوٰۃ دو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو اور اپنے ائمہ و امراء کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

خبردار! مجرم خود اپنے جرم کے ارتکاب کا ذمہ دار ہے، جان لو! نہ باپ کے بدلہ بیٹے کا مؤاخذہ کیا جائے گا اور نہ بیٹے کے جرم پر باپ سے باز پرس ہوگی۔ میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی کہ جب تک تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اہل بیت کرام کی محبت۔

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے والد ایک ہیں، تم سب آدم (علیہ السلام) سے ہو اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس تم میں بزرگ ترین وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت و فوقیت حاصل نہیں بجز تقویٰ کے۔ سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔ حاضرین نے عرض کیا: ہاں! (آپ نے پیغام حق پہنچا دیا) آپ نے ارشاد فرمایا جو حاضر ہے اسے چاہیے کہ غائب تک یہ پیغام حق پہنچا دے کیونکہ اکثر جس کو بات پہنچائی جائے وہ راست سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم شریف۔ ج ۱۔ ص ۳۹۷، ترمذی شریف۔ ج ۲۔ ص ۲۱۹، کنز العمال۔ ج ۳۔ ۲۲/۲۴، سیرت ابن ہشام۔ ج ۱۔ ص ۶۷/۷۷)

بین الاقوامی اسلامی نظام کا اعلان: حجۃ الوداع کے اس تاریخ ساز و یادگار، مبارک و مقدس خطبہ میں شہنشاہ کون ومکان، رحمت عالمیان، ہادی انس و جان، معلم کتاب و حکمت، محسن انسانیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام رسم و رواج اور اس کے فرسودہ نظام کو منسوخ اور نا قابل اعتبار قرار دیا جو ظلم وستم، جبر و استبداد، بربریت و دہشت گردی جیسے مختلف انسانیت سوز امور پر مبنی تھا، آپ نے انسانیت کو دور جاہلیت اور اس کے غیر منصفانہ نظام سے نجات عطا فرمائی اور انسانیت کو رہتی دنیا تک کے لئے ایک عالمی و بین الاقوامی اسلامی نظام عطا فرمایا جس کی اساس و بنیاد عدل و انصاف اور امن و سلامتی ہے، جس کا مقصد مظلوموں کو انصاف دلانا، غریبوں اور ناداروں کی فریاد رسی کرنا، اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچانا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابدی منشور میں انسانیت کو اس کے وہ بنیادی و اساسی حقوق عطا فرمائے جو انسانوں کو حاصل ہونا تو درکنار آج تک دنیائے انسانیت اُس سے واقف بھی نہ تھی حجۃ الوداع کا یہ عظیم خطبہ "قانون انسانی حقوق" کا نقطۂ آغاز تھا، آپ نے نہ صرف انسانی حقوق کے قانون کو بیان فرمایا بلکہ اُسکے نفاذ کا اعلان فرمایا، مدینہ طیبہ اور تمام مسلم علاقوں میں یہ قانون نافذ العمل ہوا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد انسانی کو برابر و یکساں قرار دیا، لہٰذا کوئی شخص بحیثیت انسان دوسرے انسان سے فوقیت نہیں رکھتا رنگ و نسل، قومیت و وطنیت، سیاست و حکومت، دولت و ثروت کا کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا اس بین الاقوامی اسلامی نظام کے تحت تمام افراد کو مقامی و بین الاقوامی سطح پر حق زندگی، حق تعلیم، حق رائے دہی، حق تجارت، حق ملکیت، حق نکاح و نیز اظہار رائے کا حق، انصاف چاہنے کا حق، حقوق کے مطالبہ کا حق، دیگر تمام انفرادی و اجتماعی، اقتصادی و معاشرتی حقوق حاصل ہوں گے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب ارباب عقل و دانش اور اصحاب فکر و نظر کو انسان کی مظلومیت کا احساس ہوا تو اس وقت پہلی مرتبہ انسانی حقوق کے تعین اور اس کی تدوین سے متعلق آواز اُٹھائی گئی اور اس اسلامی نظام کو بنیاد بنا کر انسانی حقوق مقرر کئے گئے اور عالمی سطح پر قانون انسانی حقوق کا اعلان کیا گیا، جب کہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عالمی جنگ سے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے ہی ان تمام

حقوق کو بیان فرمادیا اور ساری دنیا کو آفاقی پیام عطا فرما دیا۔

''قانون انسانی حقوق'' منظور ہونے کے باوجود سوپر پاور طاقتیں دفاعی ومعاشی اعتبار سے کمزور مملکتوں کو اپنے زیر فرماں اور ماتحت بنائے رکھیں اور ''قانون انسانی حقوق'' کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتے ہوئے اُن پر عرصۂ حیات تنگ کر دیں اس طرح ''قانون انسانی حقوق'' جس فساد و بگاڑ اور بربریت کو ختم کرنے کیلئے وضع کیا گیا تھا اور ارباب فکر ونظر نے اس کے ذریعہ انسان کو اسکے حقوق دلانے کا دعویٰ کیا تھا اسی بربریت اور دہشت گردی کی فضاء ہموار کرنے کے لئے اس قانون کو استعمال کیا جانے لگا۔

اگر خطبۂ حجۃ الوداع میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ انسانی حقوق کو عالمی سطح پر آئینی حیثیت دی جائی، اس کو نافذ العمل قرار دیتے ہوئے بروئے کار لایا جائے اور اس کی خلاف ورزی پر قانونی کارروائی کی جائے تو دنیا سے ظلم واستبداد ختم ہو جائے گا، امن وامان کی فضاء میں ایسے پھول کھلیں گے کہ اُس کی خوشبو سے انسانی زندگی کے تمام گوشے مہک اُٹھیں گے، بطور اختصار چند اہم حقوق ذکر کئے جاتے ہیں:

<u>جان ومال کی حفاظت کے حق کا اعلان</u>: ہر انسان کو زندگی گذارنے کا حق حاصل ہونا چاہئے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے کی جان کے درپئے ہو اور اس کو قتل کروائے اسی طرح زندگی گذارنے کے لئے مال کی حفاظت ضروری ہے تا کہ وہ اپنی مرضی سے مال کا تبادلہ کرے اور اپنی حوائج وضروریات کی تکمیل کر سکے، اس کیلئے مال کی حفاظت کا حق دیا جانا ضروری ہے، کسی شخص کے لئے روا نہیں کہ وہ دوسرے کے مال کو اسکی مرضی کے بغیر حاصل کرے ان دونوں حقوق کی بنیاد یہ مبارک ارشاد ہے''لوگو! یقیناً تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت تمہارے پاس قابل احترام ہے''

<u>اسلام کے معاشی نظام کی حکمت</u>: معاشرہ کے تمام طبقے اسی وقت ترقی کر سکتے ہیں جبکہ مال و دولت چند افراد میں منجمد نہ ہو بلکہ تمام افراد میں گردش کرتی رہے، ایسا نہ ہو کہ دولتمند طبقہ دولت سمیٹتا رہے اور تنگدست اور غریب طبقہ کے افراد فقر وتنگدستی سے گھٹ گھٹ کر دم توڑ دیں، اس حکمت و پالیسی کے تحت اسلامی نظام

میں سود کو حرام اور گناہ قرار دیا گیا، مالداروں پر زکوۃ فرض کی گئی، دیگر صدقات کی ترغیب دی گئی، بعض اعمال میں کوتاہی یا غلطی کی پابجائی کے لئے کفارہ واجب قرار دیا گیا اور مال غنیمت میں خمس (پانچواں حصہ) مقرر کیا گیا، تا کہ ان ذمہ داریوں کے ذریعہ دولت غریب افراد کی طرف بھی آئے، اور چند افراد ہی میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

اس سلسلہ میں خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمودہ یہ ارشاد راہ نما ہے ''جاہلیت کا سارا سود معاف ہے البتہ اصل مال تمہارا حق ہے......تم اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتے رہو۔''

<u>**حق مساوات کا اعلان:**</u> جس معاشرہ کے افراد اونچ نیچ، ذات پات، بھید بھاؤ، امیر وغریب، رنگ ونسل کے اعتبار سے بٹے ہوئے ہوں وہاں آپسی تلخیاں اور عداوتیں بہت جلد پیدا ہو جاتی ہیں اور ایسا معاشرہ بہت کم عرصہ میں زوال پذیر ہو جاتا ہے، بہترین سوسائٹی وہ ہے جہاں انسانی افراد میں اونچ نیچ، رنگ ونسل کا تصور نہ ہو، ہر ایک کے حقوق برابر و یکساں ہوں، تمام افراد کے حقوق میں مساوات و یکسانیت پائی جاتی ہو، اس سلسلہ میں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے، ''کسی عربی کو عجمی پر فضیلت وفوقیت حاصل نہیں بجز تقوی کے'' اس مبارک ارشاد کے ذریعہ انسانوں کو طبقاتی تقسیم کے ذریعہ منتشر کرنے سے منع کیا گیا، انسانی تفاخر کا سد باب کر دیا گیا، اور عالمگیر مساوات کا آفاقی اعلان کیا گیا۔

<u>**خواتین کے حقوق کا اعلان:**</u> دور جاہلیت میں خواتین سے جانبدارانہ ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی، لڑکی کو بوجھ سمجھا جاتا، مال متروکہ میں صرف لڑکوں کا حصہ ہوتا اور لڑکیاں اس سے بالکل محروم رہتیں، ماہواری میں عورت کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا اس کے ساتھ کھانا پینا بھی حرام سمجھا جاتا، مرد عورت کو جتنے مرتبہ چاہے طلاق دیتا اور عدت کے اختتام پر رجوع کر لیتا، معاشی معاشرتی، عائلی اور دیگر تمام گوشوں میں عورت مظلوم تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کیلئے ان تمام حقوق کا اعلان فرمایا، جس کی وہ مستحق وحقدار تھیں اور عورت کو وہ بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ مرحمت فرمایا کہ کسی دین ومذہب میں اس کا تصور تک نہیں تھا،

خطبہ حجۃ الوداع میں خواتین سے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جامع ارشاد مبارک ہے: تمہاری عورتوں کے تمہارے ذمہ حقوق ہیں، خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اُن کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکیدی وصیت قبول کرو۔

<u>بقائے باہمی کا اعلان اور دہشت گردی کا خاتمہ</u>: دور جاہلیت میں انتقام کی رسم اتنی سخت تھی کہ ایک شخص کے قتل کے بدلے کئی افراد کا قتل کیا جاتا، اور انتقام کا یہ سلسلہ سینکڑوں سال جاری رہتا، معمولی سی بات پر جھگڑا کرنا اور ایک دوسرے کی جان لینا اس دور میں کوئی مشکل کام نہ تھا، اس وجہ سے جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا، جنگ شروع ہوتی تو اس کی کوئی میعاد مقرر نہ ہوتی غیر میعادی طور پر طویل سے طویل جنگیں لڑی جاتیں، جنگ ''بعاث'' ایک سو بیس (120) سال تک جاری رہی، ان طویل جنگوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ معاشرہ میں کوسوں دور تک امن کا نشان دکھائی نہ دیتا دہشت و بربریت کا دور دورہ رہتا، خوف و ہراس کا ماحول ہوتا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام کی اس انسانیت سوز اور دہشت گردی پر مبنی رسم کے خاتمہ کا اعلان فرمایا جو صدیوں سے جاری تھی ارشاد فرمایا'' دور جاہلیت کے خون بہا ساقط ہیں''یعنی جاہلیت میں جو قتل و خونریزی کا بدلہ لینا باقی تھا وہ اب نہیں لیا جائے گا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جان کو قابل احترام قرار دیا، ارشاد فرمایا'' تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے درمیان حرمت والے اور قابل احترام ہیں'' ان جانفزا ارشادات کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہشت گردی کا خاتمہ فرمایا اور امن و سلامتی کا آفاقی پیام دیتے ہوئے بقائے باہمی کا اعلان فرمایا۔

<u>غلاموں کے حقوق</u>: عہد قدیم سے غلام انسانی حقوق سے یکسر محروم تھے اُن کی حیثیت گھر کے ساز و سامان یا کسی فیکٹری کے اثاثوں سے زیادہ نہ تھی ان سے دن رات کام لیا جاتا، انہیں رات گذارنے کے لئے وہ جگہ دی جاتی جہاں جانور باندھے جاتے ہیں، ان کی گردن میں دھات کا ایک طوق ہوتا۔

یورپی قانون میں غلاموں سے متعلق مالک کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ غلام کو کوڑے لگا سکتا اور بعض صورتوں میں اسے قتل بھی کر سکتا، غلام کو اپنا نام رکھنے کا اختیار نہیں تھا، غلاموں کو پڑھانا اور تعلیم سے آراستہ کرنا

جرم قرار دیا گیا۔

غلاموں پر ظلم وزیادتی کے ایسے تاریک ماحول میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور انکو انسانی حقوق فراہم کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ غذا اور لباس سے متعلق بھی نصیحت فرمائی، آپ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو اگر وہ ایسی غلطی کریں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! ان کو فروخت کر دو اور انہیں تکلیف نہ دو''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حق زندگی اور حق تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ حق بھی عطا فرمایا کہ غلام اگر سیاسی تدبر اور دانشمندی رکھتا ہے تو حکمراں بھی بن سکتا ہے اور سارے لوگوں پر اس کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ولازم ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ''اے لوگو! امیر کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو امیر بنایا جائے جس کی ناک کٹی ہوئی ہو، جب تک وہ تمہارے معاملات میں اللہ کی کتاب کو نافذ کرے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد ظہر اور عصر ایک اذاں دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں ادا فرمائی۔

<u>خطبۂ غدیر خم</u>: حجۃ الوداع سے فارغ ہونے کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو راستہ میں مقام غدیر خم پر قافلہ کو ٹھہرنے کا حکم فرمایا اور اس مقام پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صداقت و دیانت، امانت داری و پرہیزگاری اور عدل وانصاف سے متعلق ارشاد فرمایا اور آپ کی فضیلت بیان فرمائی: جس کا میں دوست اور مددگار ہوں علی بھی اس کے دوست اور مددگار ہیں ،اور دعا فرمائی: اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت کر جو علی سے عداوت کرے۔ اس ارشاد مبارک کو سننے کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا: آج سے آپ ہر مومن مرد وعورت کے مولیٰ ومحبوب ہیں۔(زجاجۃ المصابیح

ج ۵ ص ۲۹۲)

وصال اقدس کی پیشنگوئی: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا اوران کے ساتھ آپ نے آہستہ گفتگو فرمائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں پھر آپ نے اُن سے سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے سرگوشی میں کیا ارشاد فرمایا: حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہرنہیں کرسکتی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما ہوئے تو میں نے فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: آپ کو اس حق کا واسطہ جو میرا آپ پر ہے مجھے بتلایئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی میں آپ سے کیا ارشاد فرمایا تھا، حضرت سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ہاں میں اب بتاتی ہوں پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی فرما کر مجھے اسی حالت میں وصال فرمانے کی خبر دی تو میں رونے لگی اور دوسری مرتبہ سرگوشی میں آپ نے ارشاد فرمایا: کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی تو میں مارے خوشی کے ہنس پڑی (صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۶۳۸، صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۲۹۰) چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے چھ مہینہ بعد ماہ رمضان میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہوا۔

☆ **وصال مبارک سے پہلے کی کیفیات:** حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر آن اپنے پروردگار کی بے نہایت تجلیات ہوتی رہتی ہیں۔ تاہم وصال مقدس کے لمحات جوں جوں قریب آتے گئے قرب حق ومشاہدۂ انوار الٰہیہ میں استغراق کے باعث عجیب کیفیات بدن مبارک پر طاری ہوتی رہیں۔ ظاہری طور پر کبھی سر انور میں تکلیف کی شدت تو کبھی بخار میں تیزی وحِدّت اور کبھی غشی کا طاری ہونا، یہ سب کیفیات دراصل وصال حق وقرب رب کے انوار وتجلیات میں محویت واستغراق کے آئینہ دار ہیں۔

29 صفر المظفر بروز دوشنبہ ایک صحابی کا وصال ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع تشریف لے گئے، نماز جنازہ ادا فرمائی، تدفین کے بعد واپسی کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں درد شروع ہوا، درد زیادہ ہونے کی وجہ بخار چڑھ گیا، بخار بھی اتنی شدت کے ساتھ تھا کہ بدن مبارک پر بخار کی حرارت محسوس ہوتی اس کیفیت کے باوجود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لاتے اور امامت فرماتے، ازواج مطہرات کی باریوں کا بھی لحاظ فرماتے باوجود یہ کہ جس طرح بیویوں کی باریاں مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اسطرح ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کرنا آپ پر واجب نہیں تھا لیکن آپ نے ازراہ کرم اپنی جانب سے باریاں مقرر فرمائی تھیں، جب اس حالت میں زیادہ شدت ہوئی تو آپ نے تمام ازواج مطہرات کو طلب فرمایا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں قیام فرما رہنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اس وقت آپ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں تھے، تمام ازواج مطہرات نے رضامندی کا اظہار کیا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ تشریف لائے۔

<u>جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:</u> یہ وہ آخری اسلامی لشکر ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا، آٹھ ہجری میں جنگ موتہ کے موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر لشکر تھے، اور آپ اس معرکہ میں رومیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے، اسی مقام پر مسلمانوں کو رومیوں ہی سے مقابلہ تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: میں نے تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا ہے تم اپنے والد کی جائے شہادت پر جاؤ دشمنان اسلام سے مقابلہ کرو۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اس وقت بیس سال تھی اور اس لشکر میں انصار و مہاجرین سے بڑے بڑے صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور دیگر صحابہ شامل تھے، بعض لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس

لشکر کے امیر مقرر کرنے پر گفتگو کی اور کہا کہ ایک بیس سالہ نوجوان کو ایسے لشکر کا امیر بنایا گیا ہے، جس میں اکابر صحابہ موجود ہیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپ نے جلال کا اظہار فرمایا: اور چادر مبارک اوڑھ کر منبر شریف پر قیام فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! یہ کیا بات مجھ تک پہنچی ہے کہ تم اسامہ کو امیر بنانے پر اعتراض کر رہے ہو، اگر تم اسامہ کے امیر لشکر ہونے پر اعتراض کرتے ہو تو ان کے والد کو امیر بنانے پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا زید بھی اس عہدہ کے اہل تھے اور ان کے بیٹے اسامہ بھی اس منصب کے مستحق ہیں یقیناً زید مجھے محبوب تھے اور اسامہ بھی محبوب ہے۔ (صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۱/۶۴۲)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مقام ''جرف'' پہنچ گئے جہاں فوج میں شریک ہونے والے صحابہ کرام اکٹھا ہو رہے تھے، 11ھ 10/ ربیع الاول بروز شنبہ معرکہ کے لئے روانہ ہونے والے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اجازت وزیارت کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، 11/ربیع الاول مزید شدت ہوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا: جس کی وجہ آپ جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شامل ہونے کے بعد ٹھہر گئے۔

<u>**صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا حکم:**</u> قبل وصال مبارک بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے رہے، جب بار بار غشی طاری ہوتی رہی تو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا ''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا ''میرے لئے ایک بڑے برتن میں پانی رکھو ہم نے پانی رکھا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا پھر آپ قیام فرمانے کا ارادہ کئے کہ آپ پر غشی طاری ہوئی کچھ دیر بعد افاقہ ہوا، تو آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز

ادا کر لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے نماز عشاء کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک صاحب کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے حکم فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ امامت کے لائق وحق دار ہیں، چنانچہ ان دنوں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرماتے رہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو آپ دو اصحاب کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمانے کے لئے مسجد تشریف لائے جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں) اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پیچھے ہٹنے لگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ فرمایا اور اُن دونوں حضرات سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بٹھاؤ، اُنہوں نے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے لگے اور تمام صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیرات سن کر نماز ادا کرتے رہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے۔ (صحیح مسلم شریف ج ا ص ۱۷۷/۱۷۸)

<u>حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی سکونت اور سفر آخرت کا اختیار:</u> متعدد احادیث شریفہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ملک الموت حاضر خدمت نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں رہنا یا آخرت کو چاہنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں اور آپ کی مرضی پر موقوف ہے۔ حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں جاتے جب تک کہ انہیں دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے۔ (صحیح بخاری شریف

ج ۲ص ۶۳۸ ، مسند احمد ج ۷ص ۲۹۳، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۱۵۴) وصال مبارک کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات ادا فرمارہے تھے ''اللھم الرفیق الاعلی'' یعنی اے اللہ رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اب آپ ہمارے ساتھ قیام اختیار نہیں فرمائیں گے۔(صحیح بخاری شریف ج ۲ص ۶۴۱)

بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز فجر کی امامت فرمارہے تھے اچانک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی ہوئی کہ آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور صحابہ کرام کی جانب نظر رحمت فرمائی جب کہ صحابہ کرام نماز میں صف بستہ تھے پھر آپ نے تبسم فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف سے مل جائیں اور یہ گمان کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مسلمانوں کو جو مسرت وشادمانی حاصل ہوئی اس کی وجہ سے سب لوگوں نے ارادہ کرلیا کہ نماز کو توڑ دیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار میں محو ہوجائیں۔

آپ نے دست اقدس سے انہیں اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا،(صحیح بخاری شریف ج ۲ص ۶۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس وقت چہرہ انور کی شان یہ تھی کہ وہ آب وتاب ، چمک دمک، نورانیت وہدایت میں قرآن کا صفحہ لگ رہا تھا۔(صحیح بخاری۔ج ۱۔ص ۹۳)

<u>بارگاہ رسالت میں جبرئیل علیہ السلام کی حاضری:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے تین دن قبل جبرئیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ائے پیکر حمد وثنا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا اعزاز واکرام اور تعظیم واحترام بجالانے کے لئے بطور خاص بھیجا ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپکی پاکیزہ طبیعت اور احوال شریفہ دریافت کئے ، پھر ملک الموت نے اجازت طلب کی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت طلب کررہے ہیں اور آپ سے پیشتر کسی نبی سے

انہوں نے اجازت نہیں طلب کی اور نہ آپ کے بعد کسی انسان سے وہ اجازت طلب کریں گے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دیدو، پس ملک الموت حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ عزوجل نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ جو بھی ارشاد فرمائیں میں اس کی تعمیل کروں۔جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اے پیکر حمد وثناء صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی لقاء کا مشتاق ہے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا اے ملک الموت تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو، پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر (وحی کے ساتھ) میری یہ آخری حاضری ہے، اس کے سواء نہیں کہ اس دنیا میں میرا مقصود و مدعا آپ ہی ہیں۔(المواھب اللدنیہ ج۴ ص۵۴۱)

<u>ملک الموت در اقدس پر اجازت کے خواہاں:</u> اور ایک روایت میں ہےحضرت عزرائیل علیہ السلام ہزار فرشتوں کے ساتھ جو موتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے ہوئے تھے زمین کی طرف آئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر خدمت ہونے کی اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے اور سلام عرض کیا پھر عرض گذار ہوئے: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا اور مجھے حکم فرمایا کہ جب تک آپ سے اجازت نہ لوں روح مبارک قبض نہ کروں، روح الامین حضرت جبرئیل عرض گذار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری لایا ہوں، فرمایا کیا ہے؛ عرض کیا آج دوزخ کی آگ بجھادی گئی، جنت کو سجایا گیا، حورعین نے اپنے آپ کو آراستہ کیا، فرشتے صف بستہ کھڑے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب خوش کرنے والی باتیں ہیں مگر ایسی بات سناؤ جس سے مزید خوشی ہو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری خوشی اور زیادہ کرو، عرض کیا حق تعالیٰ نے آپ کو ایسے فضائل عطا فرمائے ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے حوض کوثر، مقام محمود شفاعت عظمیٰ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے اتنے لوگوں کو بخش دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت علیہ السلام سے بخوشی ارشاد فرمایا جس چیز کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو۔ (معارج النبوت ج ۳ ص ۵۰۱)

بارہ ربیع الاول روزہ دوشنبہ چاشت کے وقت سر انور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود مبارک میں تھا، آپ مسواک کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے لیکن مسواک سخت تھا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسواک کو چبا کر نرم کیا پھر آپ نے اسے استعمال فرمایا: آپ کے سامنے ایک برتن تھا، آپ پانی میں دونوں دستہائے مبارک داخل فرماتے اور لا الٰہ الا اللہ فرماتے ہوئے چہرۂ انور پر پھیرتے پھر آپ نے دست اقدس اُٹھایا اور فرمایا "**اللھم الرفیق الاعلی**" روح مبارک قبض ہوئی اور دست اقدس مائل ہو گیا۔ (صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۰)

غسل شریف: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل مبارک سے متعلق صحابہ کرام میں گفتگو ہوئی صحابہ کرام نے فرمایا ہم نہیں جانتے کہ آپ کو کس طرح غسل دیں، اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں پر اونگھ طاری کردی اور حجرۂ مبارکہ کے ایک گوشہ سے آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیرہن مبارک کے ساتھ غسل دو" (سبل الھدی والرشاد ج ۱۲ ص ۳۲۱)

لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل مبارک کے وقت لباس شریف بدن اقدس سے نہیں نکالا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فضل، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما نے غسل مبارک میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دیتے ہوئے عرض کرتے جاتے تھے "**بابی انت وامی طبت حیا و میتا**" میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ظاہری زندگی میں بھی پاک وطیب رہے اور وصال کے بعد بھی طاہر و معطر ہیں۔ (سبل الھدی والرشاد۔ ج ۱۲۔ ص ۳۲۳) بدن اطہر سے اس وقت ایسی خوشبو مہکی کہ صحابہ کرام نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔ (سبل الھدی ج ۱۲ ص ۳۲۲)

کفن مبارک: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں تین سفید یمنی کپڑے تھے۔ (سبل الھدی

۔ج ۱۲۔ص ۳۲۷)

بعد وصال مبارک پیش کی جانے والی صلوٰۃ: صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصال مبارک کے بعد پڑھی جانے والی صلوۃ سے متعلق عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر صلوۃ کون پڑھیں گے ؟حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غسل مبارک اور تکفین سے فارغ ہونے کے بعد مجھے میرے روضہ اقدس کے کنارے میرے تخت پر رہنے دو پھر کچھ دیر میرے حجرۂ مبارک سے باہر ہو جاؤ کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر درود کا نذرانہ پیش کرنے والے جبرئیل ہونگے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اوران کے ساتھ فرشتوں کی بہت سی جماعتیں ہونگی پھر تم لوگ جماعت در جماعت حاضر ہوتے جاؤ اور میری خدمت اقدس میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرو،سب سے پہلے میرے اہل بیت درود پیش کرنے حاضر ہونگے پھر ان کی مستورات بعدازاں تم لوگ حاضر ہونگے ،کرم نوازی فرمانے والے آقا ومولی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اُن صحابہ کو جو اس وقت حاضر نہ ہوں اور آج کے دن سے قیامت تک میرے بعد آنے والے میرے غلاموں کو میری جانب سے سلام فرمادو، ہم نے عرض کیا! آپ کے روضہ اقدس میں کون داخل ہونگے؟ آپ نے ارشادفرمایا: میرے پروردگار کے فرشتوں کے ساتھ میرے اہل بیت داخل ہوں گے۔
(زرقانی شرح مواہب۔ج ۱۲۔ص ۱۱۵/۱۱۶)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق غسل شریف اور تکفین کے بعد حجرۂ مبارکہ خالی کردیا گیا،فرشتے حجرۂ مبارک میں حاضر ہوئے اور صلوٰۃ وسلام عرض کئے،فرشتوں کی حاضری کے بعد صحابہ کرام جماعت در جماعت حجرۂ مبارکہ میں حاضر ہوتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ، پہلے مرد حضرات حاضری دیتے پھر مقدس خواتین پھر بچے،اس طرح کسی نے کسی کی اقتداءنہیں کی ، ہر شخص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی سعادتیں برکتیں حاصل کرتا۔
(سبل الھدی۔ج ۱۲۔ص ۳۳۱)

حجرۂ مبارک میں داخل ہوکر آپ کی خدمت بابرکت میں صحابہ کرام ان کلمات کے ساتھ صلاۃ وسلام

عرض کئے ''السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته''

اے اللہ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام احکام کو پہنچا دیا جو آپ پر نازل کئے گئے اور اپنی امت کی خیرخواہی فرمائی ، راہ خدامیں بڑے بڑے مجاہدات فرمائے یہاں تک کے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کوغلبہ عطافرمایااوراس کے کلمات پورے ہوئے ،اللہ ''وحدہ لاشریک له'' کی ذات پرہم ایمان لے آے، پروردگارا:ہمیں اس کلام مقدس کی پیروی کرنے والا بنا جوحبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پرنازل ہوا،اورحضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں ہماراحشرفرماتا کہ آپ کی نگاہ کرم سے ہم بہرہ ورہوں اور بروزمحشرآپکی قدرومنزلت کوپہنچان لیں، بلاشبہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنوں پرحددرجہ رأفت ورحمت فرمانے والے ہیں،ہم اپنے ایمان کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتے ،اورنہ اس کے ذریعہ کوئی قیمت ودام چاہتے ہیں۔(سبل الھدی والرشاد۔ج ۱۲۔ص ۳۳۰)

حضرت سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادمبارک بیان فرمایا کہ انبیاء علیھم السلام جس جگہ وصال فرماتے ہیں وہیں اُن کی آرام گاہ ہوتی ہے،لہذااسی جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے حجرۂ مبارک میں تدفین شریف عمل میں آئی جہاں وصال مبارک ہوا۔

روضۂ اقدس: روضۂ اقدس لحد کے طورپر بنایا گیا حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فضل ابن عباس، حضرت قثم ابن عباس رضی اللہ عنہم اندراترنے کی سعادت حاصل کئے حضرت قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے آخرتک روضہ اقدس سے رخ انور کی زیارت کی جب میں نے نظرڈالی تو دیکھا سرکارابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک جنبش فرمارہے ہیں میں نے جب اپنا کان دہن مبارک کے قریب کیا تو میں نے سنا کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں رَبِّ امتی امتی، پروردگارمیری امت کوبخش دے، میری امت کوبخش دے۔(مدارج النبوت فارسی۔ج ۲۔ص ۴۴۲)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پرحرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس جسموں کوکھائے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق پاتے

ہیں۔(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸)

حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا میں قیام فرمارہنا تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے ہمکلامی کا شرف پاتے ہو اور تمہیں احادیث شریف بیان کی جاتی ہیں جب میں وصال کرجاؤں تو میرا یہ وصال فرماجانا تمہارے حق میں بہتر ہے، تمہارے اعمال میری خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں اگر ان میں کوئی نیکی دیکھتا ہوں تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں اور برائی دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔(الوفاء بتعریف فضائل المصطفی ، الباب السابع والاربعون)

<u>**دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری:**</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں حاضری سنت مؤکدہ اور تقرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔قرآن کریم وحدیث شریف میں اس کی تاکید فرمائی گئی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا اللّٰه واستغفرلهم الرسول لوجدوا اللّٰه توابا رحيما**" (سورہ نساء:۶۴)اور جب لوگ اپنے اوپر ظلم کریں تو آپ کے دربار میں حاضر ہوں اور اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سفارش فرمائیں تو ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا بہت رحم کرنے والا پائیں گے۔

یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک ہی محدود نہیں بلکہ دائمی ہے، جب کبھی گنہگار آپ کے حضور حاضر ہوکر اللہ سے استغفار کریں اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں تو رحمت الٰہی انہیں مایوس نہیں کرے گی بلکہ انہیں مغفرت ونجات کا پروانہ عطا کردیا جائے گا۔اسی آیت مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں تفسیر البحر المحیط میں یہ واقعہ درج ہے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرمانے کے تین دن بعد ایک اعرابی شخص روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور مزار انور پر گر پڑے اور اپنے سر پر خاک انور ڈالنے لگے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے اسے سنا اور جو آپ نے تعلیم فرمائی ہم نے اس کو محفوظ کرلیا اور اسی میں یہ آیت

مبارکہ بھی ہے "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم" الخ چنانچہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اوراب حاضر دربار ہوں۔آپ میرے لئے دعافرمائیں۔حاضرین کہتے ہیں کہ مزارانور سے آواز آئی "قد غفرلک" تمہاری بخشش فرمادی گئی۔

دیگراحادیث شریفہ میں بھی دربار اقدس کی حاضری کے متعلق بہت تاکید فرمائی گئی ہے اوراس پر شفاعت کی بشارت دی گئی ہے "من زار قبری وجبت له شفاعتی" (سنن دارقطنی، سبل الھدی والرشاد۔ ج ۱۲۔ص ۳۷۶) جس نے میرے روضہ اقدس کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة (مشکوۃ شریف۔ج ا۔ص ۲۴۰) جس نے قصدوارادہ کے ساتھ میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے دامن رحمت میں ہوگا۔من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی (بیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ شریف، ج ا۔ص ۲۴۰)۔جس نے حج کیا اور میرے روضہ اقدس کی زیارت کی وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کی۔

<u>توسل واستغاثہ:</u> رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء کرنا اور آپ سے مدد چاہنا حصول مغفرت و مقصد براری کا قوی ذریعہ ہے۔(شفاء السقام صفحہ ۳۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل آپ کی ولادت شریفہ سے قبل اور آپ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اور آپ کے وصال شریف کے بعد نصوص سے ثابت ہے۔صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین ائمہ ومحدثین کے واقعات اس کے شاہد عدل ہیں۔(فتاویٰ علامہ رملی صفحہ ۳۸۲، بحوالہ فتاویٰ نظامیہ ۴۴۷)

<u>قبل ولادت توسل:</u> اہل کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پیشتر آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے اور دشمنوں پر فتح پاتے تھے "وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا" (سورۃ البقرۃ:۸۹) اوراس سے پہلے وہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافروں پر فتح یابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے تین

سوسال تک روتے رہے (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی۔ ج ۱۔ص ۱۰۷) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی عظمت شان کے ساتھ آپکو یاد آ گیا، آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ارشاد ہوا کہ اے آدم اگر تم تمام اہل آسمان وزمین کے حق میں بھی آپ کے توسل سے دعاء کرتے تو ہم ان کے حق میں ضرور اس دعا کو قبول فرماتے۔ (المواہب اللدینہ مع شرح الزرقانی۔ ج ۱۔ص ۱۱۹)

توسل درحیات ظاہری: اس سلسلہ میں واقعات اور روایات بکثرت وارد ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو جو دعاء تعلیم فرمائی تھی اس میں خود توسل کی صراحت موجود ہے "**اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی**" اۓ اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوا ہوں۔ اۓ پیکر حمد وثنا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے حق میں آپ کی سفارش قبول فرما۔ یہ حدیث شریف تھوڑے سے اختلاف الفاظ کے ساتھ سنن ابن ماجہ، ترمذی، مسند امام احمد، مستدرک للحاکم، بیہقی، التاریخ الکبیر للبخاری میں موجود ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث شریف کو حسن صحیح کہا ہے۔

توسل بعد وصال: وصال مبارک کے بعد بھی صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لیا کرتے تھے چنانچہ خلافت فاروقی میں جب لوگ قحط میں مبتلاء ہوگئے تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہوکر عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش کی دعاء فرمائیے کہ امت ہلاک ہورہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم عمر رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور کہو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ چنانچہ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ تفصیل بیان فرمائی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

روپڑے اورعرض کیا یارسول اللہ! میں کوتاہی نہیں کروں گا سوائے اس کام کے جس سے میں عاجز ہوجاؤں ۔(سنن بیہقی، ابن ابی شیبہ وفاء الوفاء، انجاح الحاجہ، ابن عبدالبر، فتح الباری ۔ج ۲۔ص ۴۵۱)

☆ <u>صلاۃ وسلام:</u> دنیا میں لوگ اپنے بڑے کی تعظیم کرتے ہیں حتیٰ کہ فوج بھی اپنے سردار کوسلامی دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو باعث تخلیق کون ومکان، ہادی انس وجان، شافع کل عالم وعالمیاں ہیں۔آپ کے احسان تلے ساری دنیا ہے اور خصوصاً اہل ایمان پرتو ہمیشہ آپ کے احسانات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ہر وقت امت ہی کی فکر ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے امت کی بخشش کے لئے دعائیں فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ ولادت سے لیکر شب معراج پھر تا وصال اور ہمیشہ، میدان حشر ہوکہ میزان وصراط امت ہی کی فکر ہے۔تو ایسے محسن اعظم جن کے احسانات کا احاطہ وشمار ناممکن ہے تو پھر ہم امتیوں سے کیا اتنا بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر میں رطب اللسان رہیں اور آپ کی عظمتوں کا چرچا کریں۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بذات خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ساتھ آپ پر صلاۃ وسلام نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی ہمیشہ آپ پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔اسی لئے اہل ایمان کو صلاۃ کے ساتھ کثرت سلام کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔"ان اللّٰہ وملا ئکتہ یصلون علی النبی یایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" (سورہ احزاب:۵۶) درود وسلام ہی حضور سے تقرب کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ ہوں گے جو بکثرت مجھ پر صلاۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔(ترمذی شریف ج ا ص ۱۱۰)

☆ شمائل مبارک

<u>جسم اطہر:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بے مثل و بے مثال ،لطیف ونفیس سراپا نور جسکی خوشبوئے دلنواز سے مشام جان وایمان اور ساری فضائے بسیط معطر رہا کرتی ۔آپ کا جسم مبارک سرخی مائل سفید نورانی ہے ایسا معلوم ہوتا گویا چاندی سے ڈھال کر بنایا گیا ہے۔(شمائل ترمذی شریف ۔ص ۲، سبل الھدی ۔ج ۲۔ص ۱۰/۱۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس نرم و نازک کہ میں نے بدن اقدس سے زیادہ نرم و نازک ریشم کو بھی نہیں پایا اور جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ (صحیح بخاری شریف۔ج۔۱ص۵۰۳)

قد مبارک وقامت زیبا: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ دراز قد اور نہ زیادہ کم قد بلکہ درمیانی قد بے مثال شان والے، اور بدن اقدس انتہائی خوبصورت ہوتا جب چلتے تو کچھ خمیدہ ہو کر (سامنے کی طرف جھک کر) چلتے، لیکن یہ آپ کے قامت زیبا کا معجزہ ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود جب آپ کسی دراز قد شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے زیادہ دراز ہوتے۔ (سبل الھدی ج۲ص۸۳)

بدن مبارک کا اعجاز: اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری، باطنی ہر قسم کی آلائش سے منزہ اور پاک رکھا جسم اقدس نور کے سانچے میں ڈھلا تھا، نہ کبھی جسم مبارک پر مکھی یا مچھر بیٹھا اور نہ کبھی مقدس کپڑوں پر۔ (کتاب منتھی السؤل) امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ نور ہیں اور مکھیوں کا آنا، جوؤں کا پیدا ہونا گندگی اور بو کی وجہ سے ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی آلائش سے پاک ہیں اور آپ کا جسم مقدس خوشبودار ہے۔

حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا، آپ نور ہیں، یہ ایک بدیہی اور واقعی بات ہے کہ روشنی اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، ابن سبع کہتے ہیں یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتوں میں سے ہے، آپ نور ہیں اس لئے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو سایہ نظر نہ آتا۔ (سبل الھدی ج۲ص۹۰)

چہرۂ انور کا حسن وجمال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور حسین وجمیل روشن وتابناک کہ آفتاب وماہتاب کی چمک دمک آپ کے چہرۂ انور کا صدقہ ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے چاندنی رات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی سعادت حاصل کی جب کہ آپ

سرخ دھاری دار جوڑا زیب تن فرمائے ہوئے تھے تو میں آپ کی جانب دیکھتا اور کبھی چودھویں کے چاند کی طرف، اللہ کی قسم آپ میرے پاس چودھویں کے چاند سے زیادہ خوبصورت و حسین ہیں۔ (شمائل ترمذی۔ص ۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہود کے عظیم عالم تھے لوگوں کے ساتھ دیدار پر انوار کیلئے حاضر ہوئے وہ فرماتے ہیں جب میں نے آپ کے رخ انور کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا، (ترمذی شریف ج ۲ ص ۷۵)، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حسین کسی کو نہیں دیکھا آپ کے رخ تاباں میں جیسے آفتاب چل رہا ہو۔ (زجاجۃ المصابیح ج ۵ ص ۲۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے سراپائے اقدس کو بیان کرنے بعد اخیر میں فرماتے ہیں آپ کے اوصاف عالیہ بیان کرنے والا یہی کہے گا آپ جیسا حسین وجمیل نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد ہوگا۔ (شمائل ترمذی ص ۲)

<u>بصارت مبارک:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بصارت کی شان یہ ہے کہ آپ نے رب کا دیدار فرمایا اور انوار و تجلیات کے مشاہدہ کے وقت نہ پلک جھپکی اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: بے شک میں اپنے پیچھے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے دیکھتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں ایسا ہی دیکھتے ہیں جیسا دن کی روشنی میں دیکھتے۔ (خصائص کبریٰ)

<u>سماعت شریف:</u> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان دور ونزدیک کی باتیں سماعت فرمانے کی کامل قوت عطاء فرمائی ہے، چنانچہ آپ زمین پر تشریف فرمارہ کر آسمانوں کی چرچراہٹ سن لیتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: میں وہ دیکھتا ہو جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان نے چرچرایا اس کی چرچراہٹ امر ضروری ہے اُس میں چار انگل کی جگہ ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ ایک فرشتہ وہاں اللہ کے حضور سجدہ ریزی کرتے ہوئے اپنی جبینِ نیاز خم کیا ہوا

ہے۔(ترمذی شریف ج ۲۔ص ۵۷،سبل الھدی۔ج ۲۔ص ۲۷)

دہن شریف: حضرت ہند بنت ابی ہالہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نرم اور دہن مبارک کشادہ ،دندان مبارک سفید اور اتنے منور کہ جب مسکراتے تو دندانِ مبارک سے نور دکھائی دیتا۔(سبل الھدی۔ج ۲۔ص ۳۰)حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسکراتے تو دیواریں چمکنے لگتیں ،جب کلام فرماتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔(سبل الھدی۔ج ۲۔ص ۳۲)

زبان مبارک: زبان مبارک علم وحکمت کا سرچشمہ اور وحی الٰہی کی ترجمان ہے فصاحت و بلاغت کی یہ شان کہ بڑے بڑے فصحاء عرب تعجب میں پڑ جاتے اور اس مقدس زبان کی حکمرانی زمین وآسمان پر ہے جو کچھ بیان فرماتے وہ ہوکر رہتا،اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاو ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے وہ تو وحی الٰہی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے (النجم۔۳،۴)

لعاب دہن مبارک: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر کے ایک کنویں میں لعاب دہن مبارک ڈالا تو مدینہ طیبہ میں کسی کنویں کا پانی اس سے زیادہ شیریں نہیں تھا (سبل الھدی۔ج ۲۔ص ۳۱) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک لاعلاج بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے ڈسے ہوئے پیر میں لگا تو تریاق کا کام کیا۔(مشکوۃ شریف ۔ج ۲۔ص ۵۵۶)حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آشوب زدہ آنکھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو مکمل شفاء نصیب ہوگئی۔(بخاری شریف۔ج ۲۔ص ۶۰۵/۶۰۶)

دست مبارک: دست پاک کی ہتھیلیاں پرُ گوشت اور نرم ہونے کے ساتھ ساتھ طاقتور تھیں،حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے زیادہ نرم کوئی ریشم نہیں چھوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنے والا اپنے ہاتھ میں خوشبو پاتا۔(سبل الھدی

ج۲ص۴۷) حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالی عنہ کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک پھیرتے ہی ان کو یوں محسوس ہوا کہ کبھی درد ہوا ہی نہ تھا (بخاری شریف ۔ج۲۔ص۵۷۷)

دست کرم سے پیہم جود وسخاء، بخشش وعطاء کی ندیاں بہنے لگتی ہیں جس سے تشنہ لب سیرابی وشادابی پاتے ہیں سرفرازی وکرم نوازی کی خصوصی شان بروز محشر سب پر آشکار ہوگی ،جیسا کہ نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: بزرگی وکرامت اور جنت ورحمت کی کنجیاں اس دن میرے دست کرم میں ہونگی اور حمد کا جھنڈا میرے مبارک ہاتھ میں ہوگا (سنن دارمی، مقدمہ ص۲۴)اس دن آدم علیہ السلام کے ساتھ تمام مخلوق میرے جھنڈے تلے ہوگی، میں اس پر فخر نہیں کرتا، بروز قیامت میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں میری ہی شفاعت قبول کی جائیگی اور میں اس پر فخر نہیں کرتا،اور سب سے پہلے میں ہی جنت کی زنجیر ہلاوں گا تب اللہ تعالیٰ میری خاطر جنت کھول دیگا پھر اس میں مجھے داخل کرے گا فقرائے مسلمین میرے ساتھ ہونگے میں اس پر فخر نہیں کرتا ،اولین وآخرین میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں میری بزرگی وعظمت ہے اور میں اس پر فخر نہیں کرتا ۔(زجاجۃ المصابیح ج۵ص۱۳ بحوالہ سنن ترمذی شریف وسنن دارمی)

☆☆☆